



ماہنامہ محدث لاہور

شمارہ نمبر: 29 --- جلد نمبر 3 --- شماره نمبر 7، 8 --- جولائی - اگست 1973ء --- رجب - شعبان 1393ھ

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارف

مدیر اعلیٰ: حافظ عبد الرحمن مدنی مدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے۔ جس کا نام محدث

تھا کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین و دانشور

حافظ عبد الرحمن مدنی نے اس کا اجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ 1970ء سے اب تک کامیابی و کامرانی سے شائع ہو رہا ہے، واللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحب علم و فضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور
محدثانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: 20 روپے زیر سالانہ: 200 روپے بیرون ملک: 20 ڈالر

بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ 200 روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔

ایڈریس: ماہنامہ محدث، 99 جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700۔ فون نمبر: 35866476 / 3586639 - 042

موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.mohaddis.com www.kitabosunnat.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے محدث کے مقاصد

عناد اور تعصب قوم کیلئے زہرِ بلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دُقیانوسِ بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانازندگی سے فرار ہے!

لیکن جدوہو دین سیاست سے تورہ جاتی ہے چنگیزی۔

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ
محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ! کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

فہرست

2	درسِ عبرت
6	مرزا ناصر قادینی کی لن ترانیاں
12	سورۃ الفاتحہ مکیتہ وہی سبع آیات
17	آفات و مصائب کیوں نازل ہوتے ہیں؟
22	مسلمان ریاستوں میں اسلامی قانون سازی کے قابلِ غور مسائل
28	سزائے مرتد پر چند مغالطے اور ان کا دفعیہ
35	شیخ احمد عرب یمنی شروانی

فکر و نظر

درس عبرت

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِنَ الْقُرَىٰ

اس بے کراں وسعت کے باوجود دنیا کے اندر سخت گھٹن سی محسوس ہوتی ہے، زمین نے اپنے سارے دھینے اگل ڈالے ہیں مگر بھوک اور افلاس کا رونا جاری ہے۔ فضاؤں نے ابنِ آدم کی تگ و تاز کے لئے اپنی گودیاں پھیلا دی ہیں مگر پاؤں میں چلنے کی سکت نہیں رہی۔ گلستانِ حیات میں رحمتوں کی بادِ نسیم چل رہی ہے۔ لیکن افسوس! سانس لینا مشکل ہو رہا ہے، بہاروں کی دلاویزی اپنے جوبن پر ہے مگر نگاہوں کی ویرانی نہیں جاتی۔ سازِ فطرت کے نغمے فضاؤں میں گونج رہے ہیں مگر قوتِ سامعہ ذوقِ سماعت سے محروم ہے۔

الغرض! رحمتیں عام ہیں مگر پالا زحمتوں سے پڑا ہے، یہاں قحط ہے، وہاں سیلاب، ادھر بموں کی بارش ہے، ادھر امراض کا طوفان، کہیں نااہل حکمرانوں کی نحوست ہے اور کہیں بددیانت رہنماؤں کی شامت۔ **صَدَقَ اللهُ وَرَسُولُهُ**

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (پ ۲۱، روم ۵۳)

لوگوں کے کرتوتوں سے خشکی اور تری (غرض ہر جگہ میں) فساد برپا ہے تاکہ ان کو ان کے کچھ عملوں کا مزہ چکھائے۔ ہو سکتا ہے کہ باز آجائیں۔
فرمایا:

سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ (ايض)

”روئے زمین پر چل پھر کر مشاہدہ کر لو کہ ان لوگوں کا کیسا (برا) انجام ہوا جو (تم سے) پہلے ہو گزرے۔“
یہ ہوش ربانفساد فی الارض اور اس کے ہولناک نتائج بد، جتنے جہاں کہیں اور جب کبھی پیش آئے حق تعالیٰ نے دہر ادھر اکر ان کی داستانیں انسانوں تک پہنچائیں۔ پہنچاتا آرہا ہے اور اب بھی پہنچ رہی ہیں۔

تِلْكَ الْقُرَىٰ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِهَا (اعراف۔ رکوع ۱۳)

آفات، مصائب، بربادیوں اور تباہیوں کے جو جھکڑ چلتے رہتے ہیں۔ دنیا آج بھی اور کل بھی یہی کہتی رہی ہے کہ، یہ سب زمانے کے اتفاقات ہیں، ان کے پیچھے کوئی مقصد اور اصول کار فرمانہاں ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَضُرُّعُونَ. ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتَّىٰ عَفَوْا وَقَالُوا قَدْ مَسَّ آبَاءَنَا الضَّرَّاءُ وَالسَّرَّاءُ (پ ۹، اعراف ع ۱۲)

اور جس بستی میں ہم نے نبی بھیجا (جب نہ مانے تو) وہاں کے رہنے والوں کو ہم نے سختیوں اور مصیبتوں میں بھی مبتلا کیا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ (رب کے حضور) گڑگڑائیں، پھر ہم نے سختی کی جگہ آسانی کو بدلا، یہاں تک کہ خوب بڑھے (چڑھے) اور لگے کہنے کہ اس طرح کی سختیاں اور راحتیں تو (کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نئی بات نہیں) ہمارے آباؤ اجداد کو بھی پہنچ چکی ہیں۔

جب کوئی قوم اس خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتی ہے، تو پھر ان مغضوب قوموں کی راہوں پر چلنے سے کچھ زیادہ پرہیز نہیں کرتی، اس لئے وہ بھی انہی مصائب اور تباہیوں کا شکار ہو جاتی ہے، جس کی ان سے پہلے قومیں شکار ہوئیں۔

فَاَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (پ ۱۹ اعراف ع ۱۲) تو (اس کج فہمی کی سزا میں) ہم نے ان کو ان کی بے خبری کے عالم میں اچانک دھر لیا۔

فرمایا: ان کے دل سیاہ اور پتھر ہو گئے تھے اور اپنی سیاہ کاریوں کا احساس کرنے کے بجائے ان کو سراہتے ہوئے، ان سے اور چمٹ رہے۔

وَلَكِنْ قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (پ ۷ الانعام ع ۵)

مگر ان کے دل سخت ہو گئے تھے اور جو (بد عمل) کرتے تھے شیطان نے (ان کو ان کی نظروں میں) حسین کر کے دکھایا تھا۔
بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ ان کو خوش حال بنا دیا کہ شاید کچھ شرم کریں مگر اس کے بجائے جب وہ اترائے تو یہی مناسب سمجھا کہ یہ لا علاج ہیں ان کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتے رہ گئے۔

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمُ ابْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمَا بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ. فَقَطَّعَ دَائِرِ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا (پ ۷ الانعام ع ۷)

جب وہ (اس کو) بھول بسر بیٹھے (تو) ہم نے (بھی ان کو طرح دی) ان پر (دنیاوی) نعمتوں کے دروازے چوپٹ کھول دیئے، جب اس انعام و اکرام پر وہ اترائے (تو) ہم نے ان کو اچانک دھر لیا جس پر وہ بے آس ہو کر رہ گئے۔ اور ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی۔
کچھ قوموں کو اپنے وسائل، سیاسی قوت، اقتصادی قدرت اور ملکی استحکام کا گھمنڈ ہوتا ہے اس لئے وہ ان اصولوں اور مکارم حیات کی ضرورت کے قائل نہیں رہتے جو حکم الحاکمین نے ان کے لئے تجویز فرمایا ہے۔ مگر افسوس! ان کے جو قدرتی نتائج برآمد ہو سکتے تھے، ان سے وہ نہ بچ سکے۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّهُمْ فِيْمَا اِنْ مَكَّنَّكُمْ فِيْمِهٖ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْئِدَةً فَمَا اَغْنٰ عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَا اَبْصَارُهُمْ وَلَا اَفْئِدَتُهُمْ مِنْ شَيْءٍ اِذَا كَانُوا يَجْهَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (پ ۲۶ الاحقاف ع ۳)

اور ہم نے ان کو ایسے کاموں کا مقدور دیا تھا کہ تم کو (ان کا شر عشر بھی) مقدور نہیں دیا اور ہم نے ان کو کان اور آنکھیں اور دل (سب ہی کچھ) دیئے تھے مگر ان کے (یہ) کان اور اکی (یہ) آنکھیں اور ان کے (یہ) دل ان کے کچھ کام نہ آئے۔ کیونکہ وہ اللہ کی آیات کے منکر تھے جس (عذاب) کی وہ ہنسی اڑاتے تھے (آخر کار) ان ہی پر الٹ پڑا۔

فرمایا، اس کے علاوہ اور جو بھی ان کے سہارے اور حواری تھے وہ بھی ان حالات میں ان کے کچھ کام نہ آئے۔

فَلَوْ لَا نَصَرَهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اِلٰهَةً طَبَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ (پ ۲۶ الاحقاف ع ۴)

تو خدا کے سوا جن کو انہوں نے تقرب کے لئے اپنا معبود بنا رکھا تھا، انہوں نے (آڑے وقت میں) ان کی مدد کیوں نہ کی بلکہ (وہ تو اٹل وقت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آنے پر) انب ہو گئے۔

یہ سب باتیں ڈھکی چھپی نہیں رکھی گئیں، بلکہ ان سب کی یہ داستانیں، آپ سب کو بھی سنادی گئیں۔ شاید آپ کو ہوش آجائے۔

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا خَلَقْنَا لَكُمْ مِنَ الْقُرَىٰ وَصَرَفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ.

اور ہم نے تمہارے آس پاس کی (کتنی) بستیاں ہلاک کر دیں اور بدل بدل کر ہم نے (یہ) نشانیاں دکھائیں شاید یہ لوگ باز آجائیں۔

دیت نامیوں پر کیا گزری، جرمینوں کا کیا حشر ہوا، عربوں کو کن مصائب کا سامنا ہے اور کس شرمناک ہزیمت سے دوچار ہوئے، خود ہم نے مشرقی پاکستان کے سلسلے میں کتنے ہولناک زخم کھائے ہیں؟ کوئی راز کی بات نہیں رہی۔ جو ان داستانوں کو ایک کہانی یا غیر کی پتا سمجھ کر سنتے ہیں اور سن کر بے پرواہ ہو رہے ہیں، ایک وقت آئے گا کہ وہ خود بھی ایک کہانی بن جائیں گے۔ جو دوسروں سے عبرت نہیں پکڑتے، وہ خود سامانِ عبرت ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے اور ہم سب کا روز کا مشاہدہ ہے۔

پاکستانی لوگ، خاص کر پیپلز پارٹی کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد، جس ناگفتہ بہ کردار، نابکار طرزِ حیات، ننگِ دین اخلاق اور غیر اسلامی فکر و عمل کو اوڑھنا بچھونا بنا کر چل رہے ہیں، وہ اس امر کا غماز ہے کہ، وہ اپنے مکروہ سفرِ حیات کے بد نتائج سے بے پرواہ ہو کر چل رہے ہیں۔ بلکہ اس خوش فہمی میں بھی مبتلا ہیں کہ، خوب کر رہے ہیں۔ **يَخْسِبُونَ أَنَّهُمْ يُخْسِبُونَ صُنْعًا** (کہف) اور متوقع ہیں کہ سب خیر رہے گی۔ ظاہر ہے یہ صورتِ حال خطرناک ہے۔

قومِ احقاف نے جب انبیاء کی ایک نہ سنی تو بادلوں کی شکل میں اللہ کے عذابِ الیم نے ان کی طرف رخ کیا، اپنی سیاہ کاری کے انجام سے غافل لوگ دیکھ کر جھوم اُٹے اور بولے۔

هَذَا عَارِضٌ مُّطَرٌ نَّآ (احقاف. ۳۷)

(آہا) یہ تو ایک ابر ہے (اور) ہم پر برستا ہوا (معلوم ہوتا ہے)

آواز آئی!

بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ ۖ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا (الضا)

(نہیں نہیں، اب نہیں ہے) بلکہ یہ وہی (عذابِ خدا) ہے جس کے لئے تم جلدی مچا رہے ہیں (یہ بڑے زور کی) آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔ جو اپنے رب کے حکم سے ہر شے کو تھس تھس کر دے گی۔

دراصل یہ ساری تباہی اس امر کا نتیجہ ہوتی ہے کہ کام الٹے کرتے ہیں اور سیدھے انجام کی توقع رکھتے ہیں۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الْأَدْنَىٰ وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا (اعراف. ۲۱)

پھر ان کے بعد ایسے ناخلف ان کے جانشین ہوئے کہ وہ کتاب کے وارث (تو) بنے (لیکن اگر ان کو دین کے بدلے اس دنیائے دُوں کی کوئی چیز مل جائے تو لے لیتے ہیں اور ہانکتے ہیں کہ یہ گناہ تو ہمارا معاف ہو ہی جائے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مسلمانو! بہت ہو چکی، اب سنبھلو، ہوش میں آؤ۔ وقتی اور عارضی منفعت اور آسودگی کے لئے اپنی دائمی اور ابدی راحتوں کو غارت نہ کرو۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے اندر جو رخنے پڑ گئے ہیں، ان کی اصلاح حال کی طرف توجہ دو۔ اور رب کے حضور توبہ کرو، خدا کی طرف سے اتمام حجت ہو چکا ہے اب فیصلہ ہونے کو ہے اس سے پہلے اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ صادر کرے خدا کو منانے کے لئے اس کی طرف رجوع کرو۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ پہلی قوموں کو غفلت کے جو دن دیکھنے پڑے گے، وہ دن ہم پر نہ آجائیں۔

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

جائزے

مرزا ناصر قادیانی کی لن ترانیاں

تبصرہ، بعد اور ورے، بھرم کی بات، دھمکیاں

۲۹ اپریل کو آزاد کشمیر اسمبلی نے ایک قرارداد کے ذریعے سفارش کی کہ احمدیوں (مرزائیوں) کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اس پر جناب مرزا قادیانی ٹم ربوی نے ایک تبصرہ کیا جو روزنامہ (۱۳ مئی) میں شائع ہوا جس کو بعد میں، نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف انجمن احمدیہ پاکستان نے پمفلٹ کی صورت میں شائع کر کے ملک بھر میں مفت تقسیم کیا جو اس وقت ہمارے سامنے پڑا ہے۔

تبصرہ کیا ہے؟ لن ترانیاں ہیں۔ الزامی جوابات ہیں اور طنز و تعریض کی بوچھاڑ ہے جس کا خلاصہ مع جواب حاضر ہے۔

(الف) قرارداد کی خبر پڑھتے ہی تمام مرزائیوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور مختلف خطوط تاروں اور پیادوں کے ذریعے ہر ایک نے رضا کارانہ طور پر ہر قسم کی قربانی دینے کی پیش کش کی۔ ص ۲

اس کی وضاحت حکومت ہی کر سکتی ہے کہ اس 'قربانی' سے ان کی کیا غرض ہے؟

(ب) اگر قانون بن بھی جائے تو قانون یہ کہتا ہے کہ ہر وہ احمدی جو خود کو غیر مسلم سمجھتا ہے، وہ اپنے نام رجسٹر کروائے، چونکہ ہم اپنے کو غیر مسلم نہیں سمجھتے، لہذا نام رجسٹر کروانے کی ضرورت نہیں۔ ص ۳

دراصل بات یہ نہیں کہ جو احمدی خود کو غیر مسلم سمجھتا ہے وہ نام رجسٹر کروائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ، جو خود کو احمدی تصور کرتا ہے وہ اپنا نام رجسٹر کروائے تاکہ اقلیتوں میں ان کا نام آجائے۔ یہ ظاہر ہے کہ قرارداد میں اقلیت کی سفارش کرنے والوں کے نزدیک مرزائی غیر مسلم ہیں اور جو احمدی لکھوائے گا خود بخود وہ غیر مسلم اقلیت قرار پا جائے گا۔

(ج) قرارداد اقلیت کی سفارش کرنے والی اسمبلی کوئی بڑی اسمبلی نہیں ہے۔ ویسے بھی وہ سارے نہیں ہیں، چند ہیں۔ ص ۴

جس ریاست کی اسمبلی ہے وہ اپنی آبادی کے اعتبار سے ساری اور مکمل ہے۔ کیا اس کے دوسرے فیصلوں کو بھی یہ کہہ کر کہ اسمبلی معمولی سی ہے رد کیا جاسکتا ہے؟ ویسے یہ تو فرمائیں کہ پاکستان میں خود مرزائی کتنے ہیں؟

(د) کہتے ہیں کہ: صدر اور وزیر اعظم کے حلف نامہ میں ختم نبوت کو ماننا شامل ہے۔ لہذا قومی اسمبلی کے فیصلے کی رو سے مرزائی اقلیت ہو گئے مگر یہ غلط ہے، کیونکہ اس کے جو الفاظ ہیں، ان سے یہ معنی لینا جائز نہیں، ورنہ شیعہ، اہلحدیث، بریلوی اور نزول مسیح کے قائل لوگ بھی غیر مسلم ہو جائیں گے۔ ص ۵

دراصل یہ مغالطہ دہی کی ایک بھونڈی کوشش ہے، ورنہ بات صرف اتنی ہے کہ ملکی آئین، معروف معنوں میں 'ختم نبوت' کو جمہور کے مطالبہ کے پیش نظر تحفظ دینا چاہتا ہے۔ اگر اس کے الفاظ کا حقہ اس مفہوم کو محیط نہیں ہیں تو منشا اور غرض کے صحیح ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا، اگر کوئی کمی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

رہ گئی تو لفظی اصلاح بعد میں بھی کی جاسکے گی۔

(ر) مرزائی بھی ختم نبوت کے قائل ہیں، مسیح موعود کے آنے کے یہ معنی نہیں کہ وہ بعد میں آئے بلکہ ورے کے ہیں۔ ص ۵

معنی بعد میں نہیں، ورے کے ہیں۔ ایک نیا لغت تیار ہو رہا ہے یعنی پچھلی جانب سے آنے والے کے ہیں، بعد میں آنے والے کے نہیں ہیں۔ اس لئے ہم ختم نبوت کے منکر نہیں ہیں، سبحان اللہ، کس قدر علمی بات کہی ہے؟ تیرہ سو سال بعد جو صاحب آئے کیا اس کو، بعد میں آنے والا کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر کہہ سکتے ہیں تو پھر آپ کی تاویل کی کیا تک؟ اس کے علاوہ خاتم النبیین کی پچھلی جانب سے آنے والے کے کیا معنی ہیں، پیغمبری کی کتنی جانب ہیں؟ اور اس کا حاصل کیا ہے یہی ناکہ ان کے بعد آیا! اگر اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمراہ ہے مگر پچھلی جانب میں ہے تو یہ چوروں والی بات ہوئی، اس کے علاوہ اس 'ورے' کے معنی میں 'اسود غنسی، مسیلمہ کذاب اور سبحان نامی نبیہ بھی نبی تھے، تو ثابت ہوا کہ 'ورے' کے معنی میں ہو یا بعد کے لقب زنی ہے۔ ان کی وہی سزا جو چور کی۔ مگر چور وہ جو ردائے ختم نبوت کا چور۔

(س) اگر کسی نے فساد برپا کیا تو اس کو پتہ لگ جائے گا۔ ص ۵

سیدہ والے ہنگاموں کی بات دل سے نکال دو، ہم موت سے نہیں ڈرتے، وقت آنے پر دال آلے کا بھاء معلوم ہو جائے گا۔

جو خدا کا ہے اسے لکارنا اچھا نہیں

ہاتھ شیروں پہ نہ ڈال اے روبہ زار و نزار (ص ۹-۱۱)

معلوم ہوتا ہے کہ مرزائیوں نے متوازی تیاری ایسی کر لی ہے کہ اگر حکومت کچھ نہ کر سکی تو یہ خود کچھ کر کے دکھا ڈالیں گے۔ بہر حال یہ حکومت کا فرض ہے کہ اس کا جائزہ لے، ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟

(ق) احمد یو! تیار ہو شاید تم کو قربانیاں دینا پڑیں۔ ص ۱۲

خدا جانے کس بل بوتے پر 'چور' الٹا کو تو ال کو ڈانٹ رہے ہیں؟ یہ سوچنے کی بات ہے، اسے بار بار سوچ!

مرزائیوں کو گھبرانے کی ضرورت نہیں، بات صاف صاف بتائیں، مدعی نبوت مرزا صاحب کو نہ ماننے والے کافر ہیں یا مسلم؟ اگر کافر ہیں تو پھر بھی آپ "مسلم اقلیت" اگر وہ کافر نہیں ہیں تو پھر یہ نبوت کی وہ کون سی قسم ہے جس کا اقرار اور انکار یکساں ہے؟ اگر وہ کافر نہیں ہیں تو پھر آپ خود بخود کافر ٹھہرے، اقلیت کوئی الزام نہیں۔ آپ کا اصلی مقام ہے۔

کیا مرزائیوں میں تقیہ بھی جزو ایمان ہے۔ اگر نہیں تو پھر جرأت سے کام لیں اور تسلیم کریں کہ آپ اقلیت میں ہیں۔

جناب مرزا ناصر نے ضمناً اپنی وہ خدمات بھی گنوا دیں جو الیکشن کے دنوں میں پیپلز پارٹی اور صدر بھٹو کے لئے انجام دیں۔

ہم مانتے ہیں اور پیپلز پارٹی کو بھی آپ کی خدمات کا احساس ہو گا۔ پیپلز پارٹی مسلمانوں کے مقابلے میں قادیانیوں کو جس طرح لفٹ دے رہی ہے اس کا احساب تو بالآخر مسلمان کسی وقت ضرور کریں گے لیکن مرزائیوں کے بارے میں ہم جانتے ہیں کہ ان کی یہ خدمات کچھ زرا نہیں ہیں۔ انہوں نے انگریز جیسے اسلام دشمن کی وہ خدمات انجام دیں کہ رہے نام اللہ کا۔ ان کے بعد ملک میں جو بھی برسر اقتدار آیا ان کی چاپلوسی اور جاسوسی کر کر کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جس طرح اعتقاد حاصل کرتے رہے، وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، اگر آپ کی خانہ ساز نبوت اور مسلمانی یہی ہے جس پر آپ کو ناز ہے تو آپ کو مبارک ہو اس سے وہ کافر ہی بہتر جو باضمیر ہو۔ اور جس کو آپ 'خدائی نشان' قرار دے رہے، وہ نشانِ رحمت نہیں، استدراج ہے، ایک دن آئے گا جب آپ اس کمل کو اتار پھینکنے کی کوشش کریں گے لیکن یہ کمل آپ کو چھوڑے گا نہیں۔ انشاء اللہ۔

آپ سمجھتے ہیں کہ وقت کے حکمران آپ کا ساتھ دیتے ہیں، اس لئے یہ بھی کچھ حقانیت کا نشان ہے، اگر یہ بات ہے تو یہ 'عظیم نشان' یہودیوں کے پاس آپ سے بڑا ہے۔ دس کروڑ عربوں کا ناک میں دم کر رکھا ہے، بڑی طاقتیں ان کی پشت پر رہتی ہیں، الغرض یہ مٹھی بھر یہودی جو غالباً تعداد میں آپ کے لگ بھگ ہوں گے آپ سے کہیں زیادہ طاقت میں ہیں۔ مگر یہ "عظیم نشان" ان کی حقانیت کی دلیل نہ بن سکا۔ اور ان شاء اللہ نہ آپ کے یہ کام آئے گا۔

متحدہ جمہوری محاذ کا مستقبل

متحدہ جمہوری محاذ اس گھناؤنپ اندھیرے میں امید کی ایک کرن سمجھی گئی تھی، اور جس طرح یہ محاذ ابھرا تھا، ایوانِ کسریٰ کے کنگرے ہل گئے تھے، ہر طرف یہ شور برپا ہو گیا تھا کہ، آیا ہی آیا، بھٹو گیا ہی گیا۔ متحدہ محاذ کے صفِ اول کے رہنما گوب بھی اس اعتماد کے اہل ہیں، لیکن نیپ اور جماعت اسلامی کے ماسوا جماعتی حیثیت سے باقی تمام شامل جماعتوں کو جو ٹیمیں دستیاب ہوئی ہیں، ان کا سیاسی شعور، سیاسی ضمیر اور سیاسی سلیقہ کچھ زیادہ قابلِ رشک نہیں ہے، خاص کر وہ لیگ جو دوسری تمام لیگوں کی دادی اماں ہے، سیاسی شعور رکھنے کے باوجود اپنے کاروباری سیاسی ضمیر کی وجہ سے، سب کے لئے خاص آزمائش کی حیثیت رکھتی ہے اور صدر بھوکے ملازمت اختیار کر لینے کے بعد مسٹر دولتانہ خاص طور پر اس مسلم لیگ کے لئے فتنہ کا موجب ہیں، جو متحدہ محاذ میں شرکت کرنے کے باوجود مسٹر دولتانہ کی رہنمائی سے حسن ظن رکھتے اور ان کے ہاں شرفِ باریابی پا کر فخر محسوس کرتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر متحدہ جمہوری محاذ، محاذ میں ان کی شرکت پر پہلے سنجیدہ غور کر لیتا اور ان کی شمولیت کو اتنی جلدی خوش آمدید نہ کہتا تو متحدہ جمہوری محاذ اتنی جلدی اپنا بھر م نہ گنوا پاتا۔ محاذ میں شامل جماعتیں گوتھوڑی ہوتیں، بارعب ہوتیں، اور یہ لوگ منتوں سے اس کے سہارے کی بھیک مانگتے اور شاید پھر چند دن نباہ بھی سکتے۔ لیکن افسوس! جلدی میں جو آیا 'بسم اللہ' اور 'الحمد للہ'!

باقی رہیں دوسری جمیعتیں؟ سو وہ دونوں بزرگوں کی جماعتوں ہیں، ان کے سیاسی تعاون سے ان کی دعائیں زیادہ قابلِ اعتماد ہیں۔ نیپ اور جماعت اسلامی اگر دونوں اپنے تک اتحاد کا دائرہ محدود رکھتیں تو ان کی پوزیشن حالیہ پوزیشن سے کہیں زیادہ مضبوط ہوتی، افسوس تو یہ ہے کہ بار متحدہ محاذ کا مزہ چکھنے کے باوجود جماعت اسلامی نے ان سے کوئی سبق نہیں لیا۔ غلطی دوسروں کی ہوتی ہے ساکھ اس کی بھی گر جاتی ہے۔ جن جماعتوں کے تنظیمی ڈھانچے کھوکھلے ہوتے ہیں ان سے اتحاد کی پیٹنگیں بڑھانا سیاسی لحاظ سے کچھ دانشمندانہ اقدام نہیں ہوتا۔

پولیس ہمت کرے تو کیا کچھ نہیں ہو سکتا

ساہیوال ضلعی پولیس نے گذشتہ چھ ماہ میں ستاون لاکھ روپے کی مالیت کی مسروقہ اشیاء برآمد کیں۔ (نوائے وقت)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پولیس با اصول اور مخلص ہو تو قوم گھر کے دروازے کھلے چھوڑ کر سو سکتی ہے، زیر دست زبردست کے چرکوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ ملک کو فساد اور ہنگاموں کی وباء سے سلامت رکھا جاسکتا ہے۔ اگر ان کے سینوں میں ”دِلِ مسلم“ بھی آباد ہو تو وہ ”کتاب و سنت اور قرآن علم و عمل“ کی بہتر پاسان بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ ساہیوال ضلعی پولیس کی اس کارکردگی پر بہر حال ہم ان کو مبارک دیتے ہیں۔ پولیس ایک عظیم ادارہ ہے جس کے بغیر ملکی نظم و نسق کو بحال رکھنا مشکل ہوتا ہے لیکن جب ان کو روگ لگ جائے تو یہ بجائے خود ”عذاب“ ثابت ہوتی ہے۔

پولیس کی سب سے بڑی کمزوری، پیسہ اور حکمرانوں کی خوشنودی کا حصول ہے۔ جو پولیس افسر پیسہ کے لالچ میں پڑ جاتے ہیں، وہ فساد ہنگاموں اور جرائم کی آبیاری کرتے ہیں، کیونکہ اس کے بغیر ان کے وارے نیارے نہیں ہوتے۔

حکمران ٹولے کی دل جوئی کے لئے اپنے کو استعمال کر کے جس طرح وہ ذلیل ہو جاتی ہے وہ شاید اس کی گراوٹ کی آخری حد ہو سکتی ہے۔ چند عارضی حکمرانوں کی خوشنودی کے لئے پوری قوم کے جمہوری حقوق کو پامال کر گزرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب دوسرا گروہ برسرِ اقتدار آتا ہے وہ اس کی ضرورت ہی خبر لیتا ہے۔ اب تو پولیس نے خاص کر جس طرح حالات پیدا کر ڈالے ہیں، اس کی وجہ سے اس کا مستقبل حد درجہ تاریک نظر آتا ہے، اور کچھ نہیں کہا جاسکتا ان کے ہاتھوں جن مظلوموں پر عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا ہے، کل وہ ان سے کیا معاملہ کریں گے۔ کاش پولیس! چند ایک راج داروں کی خاطر اپنے مقام و مرتبہ کو نقصان پہنچانے سے پرہیز کر سکتی۔

ہم نے سنا تھا کہ اب کے بجٹ میں پولیس کے لئے خاصی رقم مختص کی گئی ہے لیکن معلوم ہوا کہ، وہ پولیس کی تنخواہوں کا معیار بلند کرنے کے بجائے اس کی نفری بڑھانے اور پولیس کی ایک سوگن پولیس کی تنخواہوں کے لئے ہے۔ بہر حال ہمارے نزدیک یہ ضروری ہے کہ پولیس کی تنخواہیں، ان کی گزراوقات کے لحاظ سے مناسب مقرر کرنا چاہیں۔ تاکہ وہ ایمان داری سے اپنے فرائض انجام دے سکیں، بحالات موجودہ ان سے ’خیر‘ کی توقع رکھنا عبث ہے، وہ تو اب اپنے منصب اور عہدہ کا کاروبار ہی کریں گے کیونکہ اس کے سوا ان کے لئے اور کوئی چارہ کار ہی نہیں ہے اور ہم پولیس سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ آپ اپنے عہدہ اور منصب کی لاج رکھیے، خدا ضرور آپ کی لاج رکھے گا۔ یقین کیجئے!

وقار بھی سلامت رہے گا اور روٹی بھی باوقار ملے گی۔ ان شاء اللہ۔

قومی اسمبلی کا یہ بہت بڑا ضیاع ہے

پیپلز پارٹی کے رکن رانا تاج احمد نون نے یہ شکایت کی کہ بعض اخبارات نے یہ لکھا ہے کہ خصوصی اجلاس میں حلف اٹھانے کے دوران میں نے ایوان میں پہلی بار بات کی ہے، انہوں نے کہا کہ میں ایک سال سے زیادہ عرصے سے ایوان کارکن ہوں اس کے باوجود اخباری نمائندے مجھے نہیں پہچانتے، اس کا سبب خود ہی بتاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ چونکہ مجھے بولنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اخباری نمائندے یہی سمجھتے ہوں کہ میں پہلی بار بولا ہوں، اسپیکر چوہدری فضل الہی نے برجستہ جواب دیا، ممکن ہے اخباری نمائندے ڈیڑھ سال میں پہلی بار ایوان میں آئے ہوں۔ اس پر ایوان میں زبردست قہقہہ پڑا۔ (جسارت ۴ جولائی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہم نے اپنے ادارتی کاموں میں بارہا اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ قومی یا صوبائی اسمبلی کے امیدوار کے لئے کچھ شرائط ہونا چاہئیں۔ تعلیمی صلاحیت، سیاسی خدمات، فکر و نظر کے اعتبار سے اس کا کوئی قابل ذکر مقام وغیرہ جیسی صلاحیتوں کے لئے ان کو اپنا کوئی سرٹیفکیٹ مہیا کرنا ضروری ہو۔ ورنہ قومی اسمبلیوں، وقت، کارکردگی اور پیسے کا ضیاع ہی ضیاع ہو گا۔

رانانا تاج احمد تو اتفاق سے زد میں آگئے ہیں ورنہ ان اسمبلیوں میں اکثریت ’رانانا تاج احمد‘ جیسے معزز رکھوں کی ہے۔ ہاتھ کھڑا کرنا جانتے ہیں، بہتوں کو متعلقہ اور زیر بحث بل کے بارے میں بھی کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ یہ کیا بلا ہے۔

خدا نے ان کو عطا کی ہے خواہگی کہ جنہیں

خبر نہیں کہ روش بندہ پروری کیا ہے

ہمارے عوام ابھی عوام ہی ہیں، کسی کو پرکھنے کے معیار ان کے نجی ہیں، قومی نہیں ہیں۔ عموماً ان کو ووٹ دیتے ہیں جو مالی لحاظ سے بااثر ہو یا کوئی معروف گدی اور پیر و مرشد کا سوال ہو۔ باقی رہا یہ سوال کہ: ملک اور قوم کے مسائل کیا ہیں اور ان کے لئے کس قسم کے لوگ موزوں اور مناسب ہو سکتے ہیں؟ ان کو کچھ پتہ نہیں ہے اس لئے سر دست حکومت کو عبوری طور پر از خود کچھ انتخابی شرائط مقرر کر دینا چاہئیں تاکہ لوگوں کی بھی تربیت ہو سکے اور ہماری معزز اسمبلیوں کو معزز ممبر بھی نمایاں شان مل سکیں۔ گو پیپلز پارٹی کا فائدہ اسی میں ہے کہ ایسے ہی ”گم سم“ ممبران کو ملیں جو ان کے سامنے دم بخود رہیں اور وہ کچھ نہ جانتے ہوں کہ کیا ہونا چاہئے، تاہم یہ ایک پارٹی کے مفاد کی بات ہے، لیکن قومی مفاد اور مستقبل کا تقاضا ہے کہ اس کی اسمبلیوں میں معزز ممبر دیدہ ور ہوں، مقلد ٹاپ گے، ”صُمُّ بَكْمُ عُمِّي فَهْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ“ والی بات نہ ہو ورنہ قوم کا نہ پہلے کچھ بنا ہے اور نہ آئندہ ہی بنے گا۔

یہ لو! مکان کا وعدہ بھی پورا ہو گیا

لائل پور میں اڑھائی ہزار افراد پر مشتمل ساڑھے چار سو غریب خاندانوں کی مقامی بستی غریب آباد کو امپروومنٹ ٹرسٹ اور میونسپل کمیٹی نے پولیس کی نگرانی و حفاظت میں بلڈوزر چلا کر مسمار کر دیا، اخبار لکھتا ہے کہ:

بوڑھے، بچے، جوان، عورتیں اور مرد اپنے کچے گھروں کو مسمار ہوتا دیکھ کر چیخ و پکار کرتے رہے مگر انہیں گھروں سے سامان تک نکالنے کی مہلت نہ دی گئی اور آج صبح تمام مکینوں کو گھروں سے باہر نکال کر بلڈوزر چلانا شروع کر دیا گیا۔ سنگدل عملہ نے دس گھنٹے مسلسل بلڈوزر چلا کر ہزاروں افراد کی ہنستی بستی آبادی کو کھنڈر میں بدل دیا۔ ہزاروں بچے، عورتیں اور مرد سڑک کے کنارے کھلے آسمان تلے مقامی انتظامیہ کی انسانیت سوزی کے خلاف نوحہ کناں ہیں۔

متاثرین نے یہ بھی شکایت کی ہے کہ بعض گھروں میں قرآن مجید کے نسخے تھے وہ بھی اٹھانے کی مہلت نہیں دی گئی اور انہیں بھی بلے میں دبا کر شہید کر دیا گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یاد رہے کہ ۱۹۷۲ء کے ضمنی انتخاب کے موقع پر یہاں پر شیخوپورہ روڈ پر ”بھٹونگر“ کے نام سے ایک بستی قائم ہوئی تھی جسے انتخابات کے بعد پیپلز پارٹی کی خدمت نے چند ہفتوں میں مسمار کر دیا تھا اب مزدوروں اور غریبوں کی یہ دوسری بستی ہے جسے مقامی انتظامیہ نے قانون و اخلاق کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مسمار کر دیا ہے۔ (نوائے وقت ۴ جولائی)

تن ہمہ داغ واغ شد پنبہ کجا کجا نہم

اخلاص ہو تو بساط سے بڑھ کر وعدہ نہیں کیا جاسکتا، جب قوم کا استحصال منظور ہوتا ہے تو سبز باغ دکھا کر قوم کی مت مار دیتے ہیں، بعد میں جب ”وعدوں کا کمبل“ لپٹ جاتا ہے تو چھڑائے نہیں بنتی۔ یہی مشکل آج برسرِ اقتدار گروہ کو درپیش ہے۔

بات بات میں ان کا ہر کارکن یہی کہتا ہے کہ غریبوں اور مزدوروں کا استحصال نہیں کرنے دیا جائے گا لیکن جب عوام نے ان کو غور سے دیکھا تو ”تھوک کا استحصال“ کرنے والی خود یہی پارٹی نکلی۔

روٹی کی بات چلی، تو عوام نے سوچا، لوے ماندے ملیں گے۔ جب وقت آیا تو ”نانِ جویں“ بھی بصدِ مشکل ہاتھ آئی۔ کپڑے کاروناروئے تو آواز آئی، فکر نہ کرو، بس ہم آگئے۔ لوگوں نے سمجھا کہ اب بوسکی پہننے کو اور لطیف بستر حاصل ہوں گے، جب بازار کا رخ کیا تو تن ڈھکنے کو کھر دراکھر بھی ہاتھ نہیں ملاتا۔ مکان کی کسر رہ گئی تھی جن کو کوٹھیوں کے خواب دکھائے گئے تھے اب ان کے جھونپڑوں پر بلڈوزر چلا کر ان کی یہ آخری حسرت بھی پوری کی جا رہی ہے۔

دنیا میں بڑے فراڈ سنے ہیں لیکن اپنے عوام اور قوم سے جو فراڈ ان لوگوں نے روار کھا ہے، شاید و باید۔ امن کے ان داعیوں نے غنڈوں جیسے درندے شاید پال رکھے تھے کہ جو جہاں سے کراہنے کی آواز سنائی دیتی ہے بھوکے بھیڑیے کی طرح ان مجبوروں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

حکمرانوں سے کوئی جا کر کہے کہ:

کیا قوم نے اسی لئے آپ پر اعتماد کیا تھا۔ اتنے بڑے آدمی ہو کر کیا آپ لوگ بھی اپنے بے گناہ قوم سے جھوٹے وعدے کیا کرتے ہیں؟ اُف۔ باقی رہی قرآن حکیم کی بے حرمتی؟ سوان سے کچھ بھی بعید نہیں۔ قرآن کی صحت، طباعت کے لئے تو ضرور مصر ہیں، لیکن یہ کہ قرآن ان سے صحیح بات بھی کہے؟ اسے اس کی وہ اجازت نہیں دے سکتے۔

دراصل تصور عوام کا ہے، فراڈ کرنے والے فراڈ کرتے ہی رہے ہیں اگر کوئی دھوکہ کھائے تو ان کی بے خبری ان کو نتائج بد سے کبھی بچا نہیں سکی۔

ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدي الناس

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سورة الفاتحہ مکہ وھی سبع آیات سورة فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی سات آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ: (شروع) اللہ کے نام سے

سورة الفاتحہ (سورة فاتحہ) اس سورت کے اور بھی کئی ایک نام ہیں، زیادہ مشہور فاتحہ ہے۔ سورتوں کے جتنے نام ہیں، سب توفیقی، یعنی الہامی ہیں۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تجویز کردہ ہیں۔ نبوت کے ابتدائی دور میں مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ اس لئے اس کو ”مکی“ کہتے ہیں۔ سن ولادت کے حساب سے ۵۴ھ میں، سن نبوت کے اعتبار سے ۱۴ھ میں، سن ہجری کے لحاظ سے ۸ھ میں، ۸ ربیع الاول پیر کے دن (۲۰ ستمبر ۶۲۲ء) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ”قبا“ نامی گاؤں میں نزولِ اجلال فرمایا: ۱۰ توقیفات الہامیہ از محمد مختار پاشا مصری، وجول واقعات عظیمہ متعلق سیرۃ النبی ﷺ از قاضی سلمان منصور پوری) بعض نے ۸ کے بجائے ۱۲ ربیع الاول تاریخ نزول تحریر فرمائی ہے، بہر حال ان تاریخوں سے پہلے کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو مبارک دور ہے وہ ”مکی“ کہلاتا ہے۔ بعد کا مدنی۔ جو آیات اور سورتیں ۸ یا ۱۲ ربیع الاول سے پہلے نازل ہوئیں وہ مکی کہلاتی ہیں اور جو بعد میں نازل ہوئیں وہ مدنی ہیں۔

کہتے ہیں یہ مکی دور تقریباً ۱۲ سال ۵ ماہ اور ۲۱ دنوں پر مشتمل ہے اس میں کل ۹۲ سورتیں نازل ہوئیں جو پورے قرآن کے دو ٹکٹ کے برابر ہیں اور مدنی دور میں کل ۲۱ سورتیں نازل ہوئیں جو ایک ٹکٹ کے برابر ہیں۔ اس سورت میں آیات (۷) کلمات (۲۷) اور حروف (۱۴۰) ہیں۔ یہ عظیم سورة خلاصہ قرآن بھی ہے اور قرآنی علم و عمل (صراطِ مستقیم) کے حصول کے لئے ایک دعا اور مناجات بھی۔ اس میں پہلے ہدیہ عقیدت، پھر عہدِ عبودیت اور آخر میں توفیقِ عمل کے لئے دعا کرنے کا ایک سلیقہ القایا گیا ہے۔ یہ تدریج فطرت کے عین مطابق ہے۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (جو) نہایت رحم والا مہربان (ہے)

بِسْمِ اللّٰهِ (اللہ کے نام کے ساتھ) وہ مبارک نام جو نام کی حد تک بھی سراپا برکت ہو اور حصولِ برکت کے لئے ایک پاک اور موثر ذریعہ بھی، تو وہ صرف خدا کا نام نامی ”اللہ“ ہے۔ یہ خدا کا اسم ذاتی کہلاتا ہے، باقی سب تعارفی اور صفاتی نام ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ: ہر بھلا کام ”بسم اللہ“ پڑھ کر کیا کرو، ورنہ برکت جاتی رہے گی۔ بھلا قرآن حکیم سے بڑھ کر کوئی اور چیز بھی بھلی ہو سکتی ہے بلکہ وہ تو خود ہی مبارک کتاب ہے۔ اسے بھی خود اللہ تعالیٰ نے ”بسم اللہ“ سے شروع کیا ہے تاکہ اس کی برکتیں دنیا کے لئے عام اور آسان ہو جائیں اور دنیا بھی اس ”طرزِ آغاز“ کے مطابق، اپنے آغازِ کار میں ایسا ہی کرے۔ اس نام نامی میں بڑی برکتیں ہیں، کیونکہ وہ ”اللہ“ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سورۃ الفاتحہ مکہ وھی سبع آیات

دنیا میں اور بھی مبارک نام ہو سکتے ہیں اور ہیں لیکن نام کی حد تک وہ بُرکتوں اور رحمتوں کے حصول کا ذریعہ بھی ہو؟ اللہ کے نام کے سوا اور کوئی نہیں، بخدا! اور کوئی نہیں! اس میں راز یہ ہے کہ دنیا محسوسات پر جان چھڑکتی ہے، جو اس سے ماوراء ہو، اسے وہ مان تو سکتی ہے لیکن اس پر قناعت نہیں کر سکتی۔ چنانچہ جب وہ خدا کو محسوس اور مشہود نہیں پاتی تو وساطتوں اور وسیلوں کے چکروں اور بھول بھلیوں میں پڑ کر خدا سے دور تر ہو جاتی ہیں۔ اس لئے ’بسم اللہ دے کر بتایا کہ: اگر خدا تمہیں دکھائی نہیں دیتا تو اس کا نام تو تمہارے پاس ہے! پھر فکر کا ہے۔ کا۔ اور ادھر ادھر دیکھنے کے کیا معنی؟

الغرض: بسم اللہ، اس کی وحدانیت اور یکتائی کا اعلان بھی ہے اور اس کے ’خونِ یغما‘ سے فیض پانے کا ایک حسین ذریعہ بھی۔ سیر الی اللہ، تعلق باللہ اور اعتماد علی اللہ کا اظہار بھی ہے اور معیتِ الہی کے احساس اور تصور سے لبریز مزہ بھی۔

(۳) **الرَّحْمٰنِ** (نہایت رحم والا) یہ اللہ تعالیٰ کا صفاتی (تعارفی) نام ہے، فیضانِ رحمت ورافت کا یہ ایک ایسا بے پایاں اور بے کنار مظہر، الطاف و افضال کا ایک ایسا بے پایاں اور بے کاف مظہر، الطاف و افضال کا ایک ایسا خود فراموش، سمندر ہے، جہاں امتیاز نہیں، استثناء نہیں، حد نہیں، بس نہیں، محرومی اور تشنگی کا کوئی ذکر نہیں، اپنے اور پرائے کی بات نہیں۔ ساقی کا یہ ساغرِ رحمت، ازل سے گردش میں ہے اور تابدار ہے گایہ سبھی کچھ کسی کے ’استحقاق‘ کی بنا پر نہیں ہو رہا، محض اس کے کرام کا نتیجہ ہے۔

کہتے ہیں رحمن اور رحیم مبالغے کے صیغے ہیں! ٹھیک ہے، ہیں پر یہ بات ہمارے حساب سے ہے، جہاں تک خدا کی بات ہے وہاں یہ مبالغے، ابتداء سے بھی درے رہ جاتے ہیں۔ دنیا میں کوئی بھی پیرایہ بیان ’صفات کمال‘ کو کما حقہ محیط نہیں ہے اور نہ اس سے وہ وافر ہو سکتا ہے۔ ہاں اس معنی میں کہہ سکتے ہیں کہ: ایک شے کے خاصہ کی طرح اس سے اس کی رحمت کا ظہور بے حد و حساب اور بے ساختہ ہو رہا ہے۔ بیساختہ کہنا بھی ایک پیرایہ بیان ہے۔ وہ وہ ’بے قابو‘ بھی نہیں ہے کیونکہ وہ خود ’قدیر‘ ہے۔

(۴) **الرَّحِیْمِ** (خصوصی اور لازوال فضل و کرم اور عنایت والا) یہ بھی اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے جو اس امر کا غماز ہے کہ: گو اس کی خالقیت اور ربوبیت عامہ میں کوئی امتیاز نہیں، تاہم جن لوگوں کو اس سے خصوصی تعلق ہے وہ ان کا قدر دان بھی ہے، یہاں بھی اور وہاں بھی۔ یہاں ’حیات طیبہ‘ کی دولت کو ان کے لئے ارزاں کر دیتا ہے اور وہاں (اگلے جہاں) خوف و حزن کی گھڑیوں میں ان کا خصوصی مونس اور غمگسار بھی ہو گا۔

الرحیم کے لفظ کی یہ خصوصی ہیئت اس امر کی بھی غماز ہے کہ رحمت ورافت کی یہ بارش وقتی اور جذباتی نوعیت کی نہیں ہے، کیونکہ وہ اس سے پاک ہے، بلکہ ذاتِ سرمدی کی لازوال عنایات کا یہ ایک غیر فانی کرشمہ ہے کیونکہ یہ اس کا خاصہ ہے، دنیا کی ہر فانی حکومت کا بھی یہی دستور ہے کہ گریڈ دے کر پھر اس کو ڈی گریڈ نہیں کرتی، ہاں اگر وہ خود اٹھا کر اسے پھینک دے تو یہ اور بات ہے۔

دودلوں کے درمیان، پائیدار اور پر کیف تعلق کے لئے ضروری ہے کہ وہ ’پاک محبت، نیک خواہشات اور حسین توقعات‘ کی اساس پر قائم ہو، اس میں نباہ بھی ہے اور کیف بھی۔ اس لئے لفظ ”اللہ“ کے ساتھ ”الرحمن الرحیم“ کا اضافہ کیا گیا تاکہ آپ اس سے ڈریں نہیں، اس کی طرف لپکیں۔ کیونکہ وہ نہایت ہی پیار کی شے ہے جہاں اس سے ڈرنے کا ذکر ہے۔ وہ بلا سے ڈرنا نہیں ہے بلکہ محبوب کے روٹھ جانے کے احساس کا نام ہے یا اس کے جمال و جلال کی ہیئت کی بات ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

أَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ.

ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے نہایت رحم والا مہربان ہے یہ بسم اللہ، اللہ نے خود پڑھی بھی ہے اور سکھائی بھی ہے۔ یہ دونوں باتیں اس کو سبقتی ہیں، کیونکہ وہ اسی کا اہل ہے کہ وہ خود بھی اپنے گن گائے۔

(کما اثبت علی نفسک)

(۵) اَلْحَمْدُ (ہر طرح کی حمد و ثنا) حسن و زیبائش کی دل ربائی کو دیکھ کر ایک جوہری کی زبان سے بے ساختہ جو 'واہ وا' نکل جاتی ہے یا بے حد و حساب اس کی کرم نوازیوں پر شکر و امتنان کے جذبہ سے سرشار ہو کر قلب و نگاہ اور زبان سے بے اختیار جو 'خراج عقیدت' ادا ہو جاتا ہے، کتاب و سنت کی زبان میں اسے 'حمد' کہتے ہیں۔ یہ طوطے کی رٹ، دل غافل کی صدا، نگاہ فریب خوردہ اور زبان بے ذوق کا ورد نہیں ہے، جیسا کہ دیکھنے میں آتا ہے، بلکہ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، یہ دراصل دلِ خیر، نگاہ نکتہ نواز، واردات پر کیف، عشق و ادشاس، ذوق بیدار اور زبان زمزمہ سنج کی ایک ادائے دل نواز ہے۔ لیکن

ذوق ایں بادہ ندانی بخدا تاپختی

حمد و ثنا کے سارے روپ اور انداز، خدا ہی کو سزاوار ہیں، کیونکہ یہ اس کا حق اور آپ کا فریہ ہے، وہ تمام صفات کمال، خیر و برکت، جمال و جلال اور حسن و خوبی سے متصف، مالک، داتا اور سرچشمہ ہے، یہ سبھی کچھ اس کا ذاتی اور حقیقی ہے، باقی اور کہیں جتنا اور جیسا کچھ دیکھنے اور سننے میں آتا ہے، وہ سب اس کی "دین، عطا اور بخشش" ہے۔ بالکل عارضی اور مستعار ہے۔ اس لئے پیرایہ مجاز میں دوسروں کی جتنی تعریف اور توصیف ہو جاتی ہے، وہ بھی دراصل اسی ذات پاک والا صفات کو ہی پہنچتی ہے، کیونکہ وہی ان کا اصل مالک، خالق اور وارث ہے، کون کوئی گھر سے لایا ہے بابا! حضرت امام ابن رجب حنبلیؒ نے شرح اربعین حدیث ۲۶ کے تحت اللہ کی نعمتوں اور بندوں کے حمد و شکر پر جو روشنی ڈالی ہے، پڑھنے کے قابل ہے اور بڑی جاذب ہے۔ لکھتے ہیں: کہ امام ابو عمرو الشیبانی فرماتے ہیں کہ: کوہ طور کی ملاقات میں حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ: الہی! نماز پڑھی، صدقہ خیرات کیا یا فریضہ رسالت ادا کیا، وہ بھی تو تیری ہی توفیق سے کیا، میں نے خود کیا کیا، تو پھر میرے شکر کے کیا معنی؟ فرمایا: (بس یہ احساسِ ممنونیت ہی) میرا شکر ہے۔ یہی جواب و سوال حضرت داؤد علیہ السلام سے ہوا۔ ص ۱۷۶۔ حضرت امام ابو بکر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ: الحمد للہ کہنا بھی تو اللہ کی طرف سے ایک اور نعمت ہے۔ اس لئے بظاہر جو آپ اس کی حمد کرتے ہیں وہ بجائے خود "واجب الادا" ایک نعمت ہو جاتی ہے، یعنی نعمتیں بڑھیں گی، حمد و شکر کا فریضہ اپنی جگہ آپ کے ذمہ رہے گا، مگر یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے آپ کے اس تہیہ کو ہی 'حمد و شکر' سمجھ کر قبول کر لیا ہے۔ حضرت عمرو بن عبد العزیز کے ایک گورنر نے ان کو لکھا کہ: رب کی نعمتیں بہت ہی ہو گئیں ہیں اور مجھے یہ احساس کھائے جا رہا ہے کہ میرا اہل و عیال اس کے شکر سے قاصر ہے، جواب دیا کہ: میں سمجھا تھا، کہ آپ نے اللہ کو سب سے بہتر سمجھا ہو گا (بندہ پر وہ جو بھی انعام کرتا ہے، وہ جب اس پر 'الحمد للہ' کہتا ہے، تو نعمت کے مقابلہ میں، اس کا پلہ بھاری ہو جاتا ہے یعنی وہ جس سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کرتا، بس تھوڑے کو بہت سمجھ کر قبول کر لیتا ہے۔ گھبراہٹیں نہیں!) (ماحصل ص ۱۷۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سورة الفاتحہ مکہ وھی سبع آیات

الحمد للہ، کہہ کر اللہ تعالیٰ نے خود بھی اپنی حمد و ثنا کی ہے، حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی اپنی حمد و ثنا کیا کرتا ہے (کَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ) کیونکہ یہ خود ثنائی اسے زیب بھی دیتی ہے، زیب کیا، اپنی تعریف آپ ہی کر سکتا ہے۔ غور کیجئے! خدا ہو کر جب وہ خود اپنی حمد کرتا ہے تو دوسروں کو تو اس سے بھی سوا کرنی چاہئے! بس اتنی جتنی بس میں ہو، اس کی صحیح شکل یہ ہے کہ زبان سے اس کے گُن گائیں اور عمل سے اس کی عبدیت کا ثبوت دیں، ان شاء اللہ! ان حَمْدُؤُنَ میں آپ کا نام لکھ دے گا، جن کا تورات اور انجیل میں بھی ذکر آیا ہے (دارمی)

(۶) (۱) (اللہ تعالیٰ کا حق ہے) ”ل“ کے معنی استحقاق کے ہیں۔ یعنی حقیقی حمد و ستائش کی مستحق ذات، صرف اللہ کی ذات ہے۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر جاذب اور کوئی نہیں، نہ اس سے بڑھ کر کوئی اُن تھک داتا، کار ساز اور محسن ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر یا اللہ کے نام پر، ورے ورے یا پرے پرے، دنیا اس وقت غیر اللہ سے ناٹے جوڑتی ہے، جب باریک بین نگاہ ٹھوکر کھا جاتی ہے، جو نگاہ حسن شناس اس کے ”حسن لایزال“ اور اس کے حدود فراموش الطاف و افضال کے مطالعہ میں سدا مستغرق رہتی ہے، یقین کیجئے! وہ نگاہ، غیر اللہ کی خالی اور مستعار چکا چوند کے نظارہ سے ہمیشہ کے لئے فرصت پا جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ، جو ”اللہ والے“ ہوتے ہیں وہ پوری دنیا میں رہ کر بھی اس سے گریزاں گریزاں دکھائی دیتے ہیں۔

(۷) (۲) (پالنہار) یہ وہ ذات کریم ہے، جو سامان استحکام کے لئے مناسب مواقع اور فرصت بھی مہیا کرتی ہے۔ ”بتدریج“ اس لیے کہ زیست (زندگی، حیات) یک دم اپنے پورے کمال زیست کی بھی محتمل نہیں ہے، زندگی ہو کر جو اس قدر کمزور ہو کہ وہ اپنے بوجھ کی آپ بھی بہ آسانی محتمل نہ ہو، وہ اپنے رب کی ربوبیت کی کس قدر محتاج ہوگی یا اس حال میں تھام کر اسے جو ذات کریم چل رہی ہے، اس کا کتنا کرم ہے؟ اس کا اندازہ سبھی کر سکتے ہیں۔ یہ بھی خدا کا صفاتی نام ہے۔ غور فرمائیے اُس کی صفت اور اس کی ادا کا یہ صرف ایک پہلو ہے! خود ذات پاک کیا ہوگی؟ کون اس کا صحیح اندازہ کر سکتا ہے؟

(۸) (۳) (الْعَلَمِیْنَ) (تمام جہان) عالم کی جمع ہے۔ ماسوی اللہ جو کچھ ہے، سب کو ”عالم“ کہتے ہیں۔ دُروں سے لے کر مہیب پہاڑوں اور سیاروں تک، حقیر سے مجھ سے لے کر ہاتھی اور اس سے بھی بڑے دیو ہیکل جانوروں تک سبھی جدا جدا عالم ہیں۔ اس لئے عالمین کہا گیا ہے یعنی جتنے بھی عالم ہیں، ان سب کا جو روزی رساں اور رب ہے، اسے اللہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کے مفہوم میں ’مساوات‘ کا تصور بھی پنہاں ہے، لیکن سوشلسٹ کی مساوات کا نہیں، خدائی مساوات کا۔ کیونکہ اس میں یک گونہ ’مساوات‘ بھی ہے اور بقدر فرق مراتب خصوصی امتیاز بھی۔ چوٹی اور ہاتھی، ذرہ اور پہاڑ، رائی اور مہیب سیاروں کو ان کی طبعی حیات اور بقا کے لئے جتنا اور جیسا کچھ مل رہا ہے، یکساں نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

(۹) (۴) (الرَّحْمٰنِ) (بڑی عنایات اور رحمتوں والا) خدا کی ربوبیت عامہ اور خاصہ اور اس کی یہ ساری کرم نوازیوں اور مہربانیاں، اس لئے نہیں ہیں کہ وہ بندوں کے دوٹوں سے خدا بنائے، لہذا بندوں کا حساب بھی اسے چکانا ہے، یا کسی نے اتنی کمائی کر لی ہے کہ بس اسے خرید ہی لیا ہے۔ نہیں نہیں، ہر گز نہیں! بلکہ اس لئے اور صرف اس لئے لطف و کرم کی یہ بارش کر رہا ہے کہ، اس کے لطف و کرم اور عنایات کے ”بحر بے کنار“ کا سیلاب تھمتا ہی نہیں۔

سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي. جل جلالہ.

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سورة الفاتحہ مکہ وھی سبع آیات

(۱۰) **الرَّحِيمِ** (لازوال اور خصوصی عنایات والا) یعنی یہ رنگ جذباتی نہیں ہے، کیونکہ وہ اس سے پاک ہے، رحمت پر مبنی ہے، لازوال ہے اور خدا کی قدر دانی کا مظہر ہے۔

مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ (جو روزِ جزا کا مالک ہے۔)

(۱۱) **مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ** (جو روزِ جزا کا مالک ہے) دنیا کا یہ گھروند انجوں کا کھلونا نہیں کہ بنایا بن گیا، ڈھایا ڈھ گیا، جوڑا جڑ گیا، توڑا ٹوٹ گیا اور بات آئی گئی ہو گئی! بلکہ یہ ایک قافلہ ہے جو طوعاً و کرہاً، ایک مقصد اور حکمت کے تحت، ایک حتمی اور متعین منزل کی طرف رواں دواں ہے، جہاں پہنچ کر ہر ایک پورا پورا اپنے سفرِ حیات کا انجام دیکھے گا۔ اچھا رہا تو اچھا، بُرا رہا تو بُرا۔

مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ کہہ کر اسی حقیقتِ منتظر کی طرف توجہ دلائی کہ: جو دنیا خود رواں دواں ہے تمہیں اس میں کہاں رہنا ملے گا۔ یہ سفر کافی لمبا ہے، منزل بہت دور ہے، جو سو گئے رہ گئے، جو خالی ہاتھ پہنچے یا متاعِ کاسد لے کر سدھارے وہ مارے گئے۔ مانا! وہ بڑی رحمتوں والا ہے، پر اپنے اندر ہی کوئی کشش نہ ہوئی تو خاک کسی کو پیار آئے گا۔ رحمن و رحیم کے معنی، استحقاق سے بڑھ کر قدر دانی کے ہیں، اگر سرے سے استحقاق کا خانہ ہی خالی رہا تو اس سے بڑھ کر کی توقع کوئی کیسے کرے گا؟

مالک تو وہ آج بھی ہے، لیکن میری تیری کی آوازیں ابھی آتی ہیں، کل یہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جائیں گی، اس لئے واقعہ کے ساتھ عملاً بھی یہ سارے ہمہ، سہارے اور حوصلے غائب ہوں گے اور صرف اسی ذاتِ برحق کا نقارہ بجتا ہو گا۔ اسباب و علل کی یہ سب کڑیاں معدوم ہو جائیں گی، کہیں سے کوئی صدا نہیں اُٹھے گی کہ ”میں“! بلکہ چار دانگ عالم یہی سنائی دے گا کہ: **الْهِیْ اُتُوْہِیْ تُوْ! هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ**، اپنی اصلی شان میں اس دن جلوہ گر ہو گا جس کا سبھی لوگ مشاہدہ اور احساس کریں گے۔ آواز دینے پر بھی کوئی آواز نہیں آئے گی، بالآخر اسی کے نام کا بگل بجے گا، جس کا باقی رہا۔ **لَیْسَ الْمَلٰٓئِکَةُ الْیَوْمَ؟ بِلَہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (قرآن)**

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

حافظ محمد سابق

الرحمۃ والحدیث

(شعبہ شریات) اسلامیہ کالج سول لائسنز لاہور

آفات و مصائب کیوں نازل ہوتے ہیں؟

ذیل میں ہم رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث کی تشریح دے رہے ہیں، جس میں آنحضرت ﷺ نے امت میں پیدا ہونے والی خرابیوں اور پھر عذاب کی مختلف شکلوں کی پیش گوئی فرمائی۔ گذشتہ چند سالوں میں رب العالمین سے بے اعتنائی اور عدم تعلق کی بنا پر ہمارے اندر جن بے شمار اخلاقی اور روحانی خرابیوں نے گھر کیا آج ہماری فراوی اور اجتماعی مشکلات اور مصائب انہی کا نتیجہ ہیں۔ ملک و ملت کے بیسیوں دیگر الجھے ہوئے مسائل کے علاوہ گذشتہ چند روز کے ٹریفک اور مکانات گرنے کے حادثات پھر سیلابوں کی تباہ کاریاں

دیدہ عبرت واکرنے کے لئے کافی ہیں۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار** (مدیر)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب میری امت پندرہ قسم کے کام کرنے لگ جائے گی تو پھر اس وقت ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔ ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ کا ارشاد یوں نقل کیا گیا ہے کہ طرح طرح کے عذابوں کا سلسلہ اس طرح لگاتار شروع ہو جائے گا جیسے کسی ہار کا دھاگہ ٹوٹ جانے سے موتیوں کا تانتا بندھ جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ پندرہ چیزیں کیا ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

1. جب مال غنیمت کو اپنی ذاتی دولت بنا لیا جائے یعنی اس کی صحیح تقسیم کی بجائے خواہشات نفسانیہ کے مطابق تقسیم ہونے لگے۔

2. امانت کو غنیمت سمجھا جائے۔

یعنی اس کو اپنے مصارف کے اندر لایا جائے اور اس کی ادائیگی اور حفاظت کی ذمہ داری محسوس نہ کی جائے۔

ایک روایت میں آپ کا ارشاد اس طرح بھی آیا ہے کہ جب امانت کو ضائع کیا جائے یا امانت اٹھ جائے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی کہ امانت کے ضائع ہو جانے یا اٹھ جانے سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا وَبَسَدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ انْتَضِرِ السَّاعَةَ جب کام (اختیارات) نااہلوں کے سپرد ہو جائیں تو اس وقت قیامت کے آنے کا انتظار کرو۔

3. زکوٰۃ کی ادائیگی کو تاوان اور چٹی سمجھا جانے لگے۔

یعنی زکوٰۃ کی ادائیگی خوش دلی کی بجائے بکراہت کی جائے (تنگ دلی سے ادا کی جائے)۔ ایک حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جو قوم بھی زکوٰۃ کو روک لیتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس کو قحط میں مبتلا فرماتے ہیں۔ آج قحط کی وبا ہم لوگوں پر کچھ ایسی مسلط ہو گئی ہے اس کی حد نہیں۔ ہزاروں تدبیریں اس کو ختم کرنے کے واسطے کی جا رہی ہیں مگر کوئی بھی کارگر ثابت نہیں ہو رہی۔ بقول

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آفات و مصائب کیوں نازل ہوتے ہیں؟

لیکن یہ بات یاد رکھیے کہ جب حق تعالیٰ شانہ کسی قوم پر ان کے گناہوں کی بدولت کوئی وبال یا مصیبت ڈالتے ہیں تو دنیا میں کس کی طاقت ہے کہ اس وبال کو ہٹا سکے۔ آپ لاکھ تدابیر کیجئے، ہزاروں قانون بنائیے جو چیز احکم الحاکمین مالک الملک کی طرف سے مسلط ہے وہ کسی انسان کے ہٹانے سے ہٹ نہیں سکتی جب تک کہ وہ ہٹانے کا فیصلہ نہ کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو معالج حقیقی ہیں انہوں نے مرض بھی بتلایا ہے اور اس کا علاج بھی بتلایا ہے۔ اگر مرض دور کرنا مقصود ہو تو صحیح طریقہ علاج جو آپ ﷺ نے بتلایا ہے اس پر عمل کیجئے۔ ایک اور حدیث کا مفہوم بھی اسی طرح ہے کہ جس مال میں زکوٰۃ واجب ہو گئی اور اس میں سے زکوٰۃ نہ نکالی گئی تو یہ زکوٰۃ جو سارے مال کے ساتھ مخلوط ہے۔ سارے مال کو ہلاک کر دے گی۔ یعنی اصلی مال بھی فنا اور ضائع ہو جائے گا اور تھوڑے نفع کی خاطر بہت سا نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔

4. آدمی اپنی بیوی کا فرمانبردار بن جائے۔

5. اپنی ماں سے بدسلوکی اور نافرمانی کرنے لگے جائے۔

6. اپنے دوست سے حسن سلوک اور نیکی کرے۔

7. اپنے باپ سے بے وفائی اور نفرت برتے۔

یعنی دوستوں سے بے تکلفی اور والدین سے تکلف برتتے جن باتوں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم کو چودہ سو سال پہلے متنبہ کر دیا آج وہ حرف بحرف ہمارے سامنے آرہی ہیں اور ہم ان کو تجربے بھی کر رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کی قدر نہیں کرتے۔ آج بھی اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دنیا کو مصائب سے نجات مل جائے تو پھر معلم حقیقی اور حکیم حاذق ﷺ کے بتلائے ہوئے اصولوں پر عمل کیجیے تو پھر دیکھیے کہ کیسا راحت و آرام انسانیت کو ملتا ہے۔

8. مساجد میں آوازیں بلند ہونے لگیں یعنی کھلم کھلا شور و غوغا ہونے لگے۔

ایک روایت میں آپ ﷺ کا ارشاد اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ عنقریب میری امت پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جب لوگ مسجدوں میں بیٹھ کر دنیا کی باتیں کرنے لگیں گے۔ سو تم ان کے پاس مت بیٹھنا اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں (نمازیوں) کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ مسجدوں کو بڑا مزین کیا جائے گا اور وہ ہدایت سے خالی ہوں گے۔

9. سب سے کمینہ، رذیل اور فاسق آدمی قوم کا قائد اور نمائندہ کہلائے۔

یعنی قوم کا سردار وہ مقرر ہو گا جو سب سے زیادہ فاسق کینہ ور اور بدکار ہو۔ نہ کہ متقی اور پرہیزگار شخص۔

10. آدمی کی عزت محض اس کے ظلم اور شر سے بچنے کے لئے کی جانے لگے۔

11. شراب نوشی عام ہو جائے گی۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ دین کی باتوں میں سب سے پہلے برتن کی طرح جس چیز کو الٹ دیا جائے گا وہ شراب ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ یہ کیسے ہو گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی نام رکھ کر اس کو حلال کریں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آفات و مصائب کیوں نازل ہوتے ہیں؟

امت کی ہلاکت کا سبب

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ارشاد فرمایا کہ جب یہ امت شراب کو مشروب کے نام سے، سود کو منافع کے نام سے، رشوت کو تحفہ کے نام سے، حلال کرے گی اور مالِ زکوٰۃ سے تجارت کرنے لگے گی۔ یہ ان کی ہلاکت کا وقت ہو گا۔ گناہوں میں زیادتی اور ترقی کے سبب۔ ایک اور روایت میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت محمد ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

الْخَمْرُ جَمَاعُ الْإِمَّةِ وَالنِّسَاءُ حَبَائِلُ الشَّيْطَانِ وَحُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ (مشکوٰۃ شریف)

شراب خوری تمام گناہوں کا مجموعہ ہے۔ عورتیں مردوں کو پھنسانے کے لئے شیطان کا بہترین جال ہیں اور دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ اس حدیث کا ایک جملہ قابل غور ہے۔ شراب کی حرمت صحیح احادیث سے روز روشن کی طرح واضح ہے۔ جیسے اس حدیث شریف سے واضح ہو گا۔

لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْخَمْرِ عَشْرَةَ أَصْرَهَا وَمَعْتَصِرَهَا وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمُخْمُولَةَ إِلَيْهِ وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَاهْبِطَهَا وَكُلَّ شَمْتِهَا (ترمذی شریف)

ترجمہ: شراب اور نشے سے تعلق رکھنے والے دس قسم کے آدمیوں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لعنت فرمائی ہے۔ شراب کے تیار کرنے والے، تیار کرانے والے، پینے والے، پلانے والے، اٹھا کر لے جانے والے، منگوانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، مفت دینے والے اور قیمتاً لینے والے پر۔ ایک روایت میں آپ ﷺ کا ارشاد اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ ایسے دسترخوان پر مت بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو۔

شراب نوشی کے نقصانات

شراب نمازوں کی بربادی اور ضائع کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ چونکہ نماز دین کا بنیادی ستون ہے۔ جو چیز دین کے ستون کو گرا دے اس کے **جَمَاعُ الْإِمَّةِ** اور حرام ہونے میں کیا شک باقی رہتا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے جو ایک مرتبہ شراب پیتا ہے اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوتی۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے شراب کو پیا، نورِ ایمان اس کے سینے سے نکل جاتا ہے۔

12. مرد ریشم پہننے لگ جائیں۔

13. گانے والی عورتیں رکھی جانے لگیں۔

14. مزامیر یعنی گانے بجانے کا سامان عام ہو جائے۔

ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی قوم میں فحاشی اور بدکاری کھلم کھلا اور علی الاعلان ہونے لگے تو ان میں ایسی نئی نئی بیماریاں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آفات و مصائب کیوں نازل ہوتے ہیں؟

پیدا ہوں گی جو پہلے کبھی سننے میں نہ آئی ہوں گی۔ آج غور کر لیں کہ کون سی بے حیائی ایسی ہے جو ہم میں موجود نہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھ لیں کہ کون سی بیماری اور آفت ایسی ہے جو ہم پر مسلط نہیں۔ گانے بجانے کی محفلوں میں شرکت کرنے والے بندر اور خنزیر بنادیئے جائیں گے۔

صبح بخاری میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ہے کہ یقیناً میری امت کے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور آلات موسیقی کو (خوشنما تعبیروں سے) حلال کر لیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ ان کو قیامت تک کے لئے بندر اور خنزیر بنادے گا۔ (اللہ ہمیں اپنے عذاب سے محفوظ رکھے) ایک دوسری حدیث سے اس کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ آخری زمانہ میں میری امت کے کچھ لوگ بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ ہو جائیں گے۔ (اللہ ہمیں محفوظ رکھے) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا وہ توحید اور رسالت کا اقرار کرتے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ بلکہ (برائے نام) نمازیں بھی پڑھتے ہوں گے، روزے بھی رکھتے ہوں گے اور حج بھی کرتے ہوں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حیرانگی کے عالم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ان کا یہ حال کس وجہ سے ہو گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ آلات موسیقی، رقاصہ عورتوں اور طبلہ اور سارنگی وغیرہ کے دلدادہ اور رسیا ہوں گے اور شرابیوں یا کریں گے۔ سو وہ ساری رات اسی لہو و لعب ہی میں مصروف رہیں گے لیکن جب صبح ہو گی بندر اور خنزیروں کی شکل میں مسخ ہو چکے ہوں گے۔ (فتح الباری)

آج معاشرہ پر نگاہ ڈالیے تو آپ کو بڑے بڑے حاجی اور نمازی ان عیوب میں مبتلا نظر آئیں گے جو گانے بجانے کو گناہ سمجھنے کی بجائے آرٹ اور کلچر کا نام دیتے ہیں اور ساری رات کلبوں میں گزار دیتے ہیں۔

15. امت کا پچھلا حصہ پہلے لوگوں کو لطن طعن سے یاد کرنے لگے یعنی ان کو برا بھلا کہا جانے لگے۔

(آج ہر شخص اپنے آپ کو عقل مند، فقیہ اور مجتہد سمجھتا ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ائمہ مجتہدین اور بزرگان دین کو لطن طعن و تشنیع کا نشانہ بنا رہا ہے) تو اس وقت سرخ اندھیری، زمین میں دھنسنے اور شکلوں کے مسخ (بگڑنے) کا انتظار کرو۔

ایک روایت میں کچھ زائد الفاظ آئے ہیں کہ سرخ آندھی، زلزلہ، زمین میں دھنسنے، شکلیں بگڑ جانے، آسمان سے پتھر برسنے اور طرح طرح کے لگاتار عذابوں کے آنے کا اس طرح انتظار کرو جیسے کسی ہار کا دھاگہ ٹوٹ جانے سے موتیوں کا تانتا بندھ جاتا ہے۔ جس قسم کی پریشانیوں اور مصائب آج ہم پر نازل ہو رہے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کو چودہ سو سال پہلے آگاہ کر دیا ہے اور صاف صاف بتلادیا ہے کہ خدا کی نافرمانی سے دنیا میں مصائب آتے ہیں اور اس کی فرمانبرداری سے کامیا بیاں حاصل ہوتی ہیں۔ پھر آپ نے یہ بھی بتلادیا کہ خاص خاص گناہوں پر خاص خاص قسم کے حوادث اور مصائب آتے ہیں اور مخصوص طاعات پر مخصوص انعامات نازل ہوتے ہیں۔ جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ وضو اچھی طرح کیا کرو۔ اس سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے اور تیرے محافظ فرشتے تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔ (طبرانی صغیر)

نماز کا کچھ حصہ گھر میں مقرر کر لو اس سے گھر کی خیر میں اضافہ ہو گا اور جب گھر میں جایا کرو تو گھر کے لوگوں کو سلام کیا کرو۔ اس کی برکت تم پر بھی ہو گی اور گھر کے لوگوں پر بھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آفات و مصائب کیوں نازل ہوتے ہیں؟

آخر میں میں اپنے قارئین سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ نے مندرجہ بالا حدیث میں پڑھ لیا ہے کہ کن کن گناہوں پر خدا کی طرف سے مصیبتیں آتی ہیں اور کن کن کاموں پر اللہ تعالیٰ کی برکتیں نازل ہوتی ہیں، لہذا آپ ان تمام کاموں کو چھوڑنے کی اور ایسی مجلسوں سے بچنے کی کوشش کیجئے جو مصائب کے نازل ہونے کا باعث بنیں اور پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا کرنے، صبح کو قرآن حکیم کی تلاوت اور ہر چھوٹے بڑے کو سلام کرنے کی عادت بنالیں۔ اللہ تعالیٰ کہنے سننے پڑھنے والوں کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ڈاکٹر سید محمد یوسف

مسلمان ریاستوں میں اسلامی قانون سازی کے قابل غور مسائل

عالم اسلام کے ممتاز علمائے کرام کے ایک کنونشن کی کاروائی

۲۰۱۰ تا ۲۳ جولائی الجزائر میں علماء کا اجتماع ہوا جسے ”الملتقى السابع للتعرف على الفكر الاسلامي“ کہا جاتا ہے یعنی ساتواں اجتماع اسلامی فکر کی نشاندہی کی غرض سے۔ ایسا اجتماع ہر سال حکومت الجزائر کی ”وزارة التعليم الاصلی والشؤون الدينية“ اپنے اہتمام سے اور اپنے خرچ پر منعقد کیا کرتی ہے۔

(التعليم الاصلی سے مراد دینی تعلیم ہے)۔ اس سال ساتواں اجتماع تھا۔ اس کی خصوصیت یہ تھی کہ تمام عالم اسلام سے علماء مدعو تھے اور کسی غیر مسلم مستشرق کو شریک نہیں کیا گیا تھا۔ ترجمہ کا کوئی انتظام نہ تھا اور غیر عرب علماء میں صرف انہیں دعوت دی گئی تھی جو عربی زبان پر قادر ہوں۔ عرب ممالک کے علاوہ ایران، انڈونیشیاء، مالی، بوگنڈا، قمران سینچال سے علماء شریک تھے۔ ممتاز شخصیتوں میں شیخ ابوزہرہ، دکتور الغزالی، دکتور عبد الرحمن بیصار، محمد عبد اللہ عنان (مصر) دکتور مصطفیٰ الزرقاء (اردن)، دکتور صبحی صالح (لبنان) عثمان الکعاک (تونس) الاستاذ محمد الفاسی (مغرب) دکتور عبد القہار مذکر (انڈونیشیاء) قابل ذکر ہیں۔ شخصی دعوت نامہ پر راقم نے پاکستان کے واحد نمائندہ کی حیثیت سے شرکت کی۔ موضوع جو زیر بحث آئے وہ خالص علمی اور اہل پاکستان کے لئے بھی قابل توجہ اور فکر انگیز ہیں۔ خاص خاص نکات ہدیہ قارئین ہیں۔

پہلا موضوع تھا ”الشریع الاسلامی و واقع التشریع الیوم فی العالم الاسلامی“ یعنی اسلامی شریعت کے صحیح تقاضے کیا ہیں اور آج عالم اسلامی میں فی الواقع قانون سازی کس نہج پر ہو رہی ہے؟ کئی مقالے پڑھے گئے۔ خلاصہ یہ کہ آج سارے عالم اسلامی میں مغرب سے در آمد کیے ہوئے قوانین نافذ ہیں۔ اگر بعض قوانین شریعت کے موافق بھی ہوں تو ان کا منبع اور مصدر شریعت اسلامی نہیں۔ قوانین وضع کرنے والے اور فیصلہ دینے اور نافذ کرنے والے قاضی اور حاکم سب وہ ہیں جو اسلامی شریعت سے ناواقف ہیں۔ جب ضرورت پڑتی ہے تو وہ قرآن اور سنت کے بجائے اجنبی قانون اور اس کے مصادر اور نظائر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ صرف جزیرہ عرب ایک استثناء ہے جہاں فی الواقع شریعت پر عمل ہوتا ہے اور بوقت ضرورت شریعت ہی کے مصادر کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ قانون جنائی یعنی زنا، سرقت اور دیگر جرائم کی حدود ویسی ہی نافذ کی جاتی ہیں جیسی کہ نص شرعی میں بتائی گئی ہیں (البتہ یہ امر قابل غور ہے کہ کیا اقتصادی نظام بھی شریعت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے اور کیا مثال کے طور پر مغربی بنکاری کے متبادل کوئی اور نظام مکمل یا ناقص ہی سہی پایا جاتا ہے؟) بہر حال یہ ”طریقۃ الاتباع“ یعنی شریعت کی پیروی کا طریقہ ہے۔ دوسری جگہ تو ایک طبقہ ایسا پیدا ہو گیا ہے جو شرعی حدود نافذ کرنا اور ”ربو“ کے بغیر صنعت و تجارت کو فروغ دینا موجودہ دور میں ناقابل عمل، محال اور باعث شرم تصور کرتا ہے۔ ان میں سے جو کھلم کھلا شریعت کی مخالفت کی جرأت نہیں رکھتے وہ ”التحیل علی مقاصد الشریعہ“ یعنی حیلہ بازی سے شریعت کے مقاصد ضائع کرنے کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ قابل لحاظ یہ بات ہے کہ سب نہیں تو بیشتر اسلامی ممالک کے دستور میں اسلام کو مملکت کے دین کی حیثیت دی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

گئی ہے۔ اس کے باوجود غیر اسلامی مصادر سے قانون کا عمل برابر جاری ہے۔ سیدہ زینب الغزالی نے پوری صراحت سے کہا کہ اسلامی ممالک کے امراء و حکام اسلام سے صرف اتنا کام لیتے ہیں جس سے ان کی سیاست کو سہارا ملے۔ دوسروں نے یہاں تک کہا کہ شرک اور کفر کا قرآنی مفہوم نقش و نگار طاق نسیان بن چکا ہے۔ قرآن میں بار بار آیا ہے:

1. مَنْ لَّمْ يَخُكْمْ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ

2. مَنْ لَّمْ يَخُكْمْ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ

3. مَنْ لَّمْ يَخُكْمْ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق معاملات کا فیصلہ نہ کرے تو وہ گروہ کافروں کا ہے، ظالموں کا ہے، فاسقوں کا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت چاہئے کہ شریعت کو نافذ نہ کرنا اور شریعت کو قانون سازی کا مصدر و مرجع نہ بنانا کفر ہے۔ اس کی روس مسلمانوں کے جس ملک میں شریعت نافذ نہ ہو اسے مشکل ہی سے دار السلام کہا جاسکتا ہے۔ جو لوگ محض عقیدہ کی بات کرتے ہیں (اور اب تو شاطروں نے عقیدہ کو بھی نظریہ اور آئیڈیالوجی بنا کر رسوا کر دیا ہے) انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ عقیدہ کی حفاظت صرف شریعت کرتی ہے اگر شریعت نہ ہو تو عقیدہ یوں کہنا چاہئے کہ روح بغیر جسم ہے اور دنیا میں اس کا وجود غیر محقق اور غیر مشخص ہے۔

اس علمی اجتماع کا نظام یوں ترتیب دیا گیا تھا کہ مقالوں کی تعداد کم تھی اور صبح ۸ سے ایک بجے تک اور شام ۴ سے ۸ بجے تک بیشتر وقت تعقیب (اظہار رائے) اور مناقشہ کے لئے مخصوص تھا۔ ہمارے دفتروں میں ضابطہ کی خانہ پری جس سست رفتار سے ہوتی ہے اس کے باعث میں دوروز کی تاخیر سے پہنچا تھا۔ اس وقت مندرجہ بالا مباحثہ نقطہ عروج پر تھا۔ شروع سے حاضر نہ تھا اس لئے ایک اجلاس خاموشی سے سنتا رہا۔ جب یہ اندازہ ہو گیا کہ ایک نکتہ ابھی تک سامنے نہیں آیا ہے تو میں نے بحث میں حصہ لیتے ہوئے اس طرف توجہ دلائی کہ اصل مسئلہ اس دور میں مسلم ممالک کے قانون ساز اداروں کی نوعیت اور ان کی صلاحیت کا ہے۔

یہ طرفہ تماشہ ہے کہ مغرب کے جمہوری نظام کو اسلامیت کی سند مل گئی اور کسی کو احساس تک نہ ہوا کہ اس کے مضمرات و عواقب کیا ہیں۔ آج بیشتر اسلامی ممالک میں قانون سازی کے لئے پارلیمنٹ قسم کے ادارے قائم ہیں جو اپنی اصل اور ہیئت کے لحاظ سے خالص مغربی ادارے ہیں جو چند ممالک باقی رہ گئے ہیں وہ بھی اس راہ پر گامزن ہیں۔ پارلیمنٹ کے ممبر ممبر الاما شاء اللہ علوم شریعیہ سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ بعض تو ہر لحاظ سے جاہل ہوتے ہیں۔ انتخابات میں تقویٰ سے زیادہ زیر کی اور عیاری کام آتی ہے۔ ایسی پارلیمنٹ اگر کوئی قانون شریعت کے موافق بھی بنائے تو وہ مستند قرار نہیں دیا جاسکتا۔ تشریع اسلامی اور تشریع وضعی (جو جی سے مستفاد نہ ہو) دونوں میں آویزش کا اصل راز یہ ہے۔ یہ نکتہ خاصا جاذب توجہ ثابت ہوا اور اجتہاد کی شرائط اور مفتی کی اہلیت کی بابت اس سے قبل جو کچھ کہا گیا تھا اس نے اس سیاق میں نئی اہمیت حاصل کر لی۔ بات خوب آگے بڑھی یہاں تک کہ اسلامی روایت میں تشریع وضعی جیسی کوئی چیز ہی نہیں۔ مسلمان کے لئے یہ تصور ہی محال ہے کہ شریعت کے مصادر سے بے نیاز ہو کر کوئی قانون بنایا جائے۔ تشریع صرف شریعت کے علماء و رعاہ الانبیاء کا حق ہے۔ انہی کا یہ فرض ہے کہ شریعت کو جمود سے بچائیں اور نئے حالات میں اجتہاد کریں۔ یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کوئی اختیار نہیں۔ اجارہ داری نہیں۔ نہ یہ کسی طرح بھی پاپائیت کے مترادف ہے۔ مسئلہ صرف اختصاص Specialization کا ہے۔ جس طرح ڈاکٹری اور علاج معالجہ ایک عوامی نمائندہ کے بس کی بات نہیں۔ یہی حال شریعت سے احکام کے استنباط کا ہے۔ عوام کو ایک ڈاکٹر یا ایک عالم شریعت پر جو اعتماد ہوتا ہے وہ اس کی مہارت فنی اور اخلاص کی بنا پر ہوتا ہے۔ بعض حضرات نے مصالحوں میں عمر کے اجتہاد کا ذکر کیا جس کی آڑ لے کر تشریع وضعی کی گنجائش نکالی جاتی ہے۔ شیخ ابو زہرہ نے بالتفصیل اس کا جواب دیا۔ ایک صاحب نے اجتہاد کی بابت اقبال کے لیکچر کا حوالہ دیا۔ جس میں انہوں نے مغربی طرز کی پارلیمنٹ کو تشریع کا حق دینے کی راہ نکالی ہے۔ ان کا حوالہ بالکل بر محل تھا اور یقیناً ان کا رخ خاص طور سے میری طرف تھا۔ اس بات سے خوشی ہوئی کہ اب فکر اقبال عربوں میں عام ہے اور عرب علمی مطالعہ کے ذریعہ ان کے مرتبہ سے آشنا ہو گئے ہیں۔ لیکن میری نظر میں اقبال کا یہ موقف قابل قبول نہیں، مدت ہوئی پوری دلیلوں کے ساتھ میں اپنی اس رائے کا اظہار کر چکا ہوں۔ بالاتفاق اور بالاجماع اجتہاد کے جو شرائط منقول ہیں اور جو حد درجہ معقول بھی ہیں انہیں پورا کرنے سے ایک مغربی طرز کی پارلیمنٹ ہمیشہ قاصر رہے گی۔ ”میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا تھا“

استاذ احمد حمانی، جو الجزائر کی المجلس الاسلامی الاعلیٰ کے صدر اور جامعۃ الجزائر میں استاد ہیں، انہوں نے تشریع وضعی (جو جوجی سے مستفاد نہ ہو) پر ایک نئے زاویے سے روشنی ڈالی اور تاریخ سے ثابت کیا کہ یہ وہ زہر ہے جسے مغرب کی استعماری طاقتوں نے ایک منصوبہ کے تحت مسلم ممالک میں پھیلا دیا۔ نتیجہ یہ کہ مغرب کی سیاسی غلامی سے نجات پانے کے بعد بھی مسلمان مغربی قوانین میں جکڑے ہوئے بے دینی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ سب سے پہلے قوانین وضعیہ (غیر شرعیہ) مصر میں رائج ہوئے۔ محمد علی پاشا یورپ کی نقالی پر فخر کرتے تھے۔ انہوں نے یورپ سے قوانین نقل کرا کے ”قانون نامہ“ جاری کیا اور قاہرہ اور اسکندریہ میں یورپین ججوں کا تقرر کیا۔ اس میں شک نہیں کہ اس وقت شریعت کو قوانین کے سانچے میں ڈھالنے کی ضرورت تھی لیکن سلطنت عثمانیہ نے ”المجلۃ العدلیہ“ تیار کر کے یہ ضرورت پوری کر دی تھی۔ اس کے باوجود اسماعیل پاشا نے مصر میں المجلد کا نفاذ روک دیا۔ حالانکہ مصر سلطنت عثمانیہ میں شامل تھا۔ یہ وہی اسماعیل ہیں جو کہا کرتے تھے کہ ”مصر یورپ کا ایک ٹکڑا ہے۔“ ایک موقع پر اسماعیل نے اعتراف بھی کیا کہ یورپین طاقتیں انہیں پولین کا کوڈ اختیار کرنے پر مجبور کر رہی ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور شریعت محاکم شرعیہ میں سمٹ کر رہ گئی جن کا دائرہ اختیار احوال شخصہ تک محدود تھا۔ اس پر بھی استعمار نے بس نہیں کی اور اپنے پٹھوؤں کے ذریعہ محاکم شرعیہ کو بھی بدنام کر کے ختم کرانے کی کوششیں جاری رکھیں۔ مفتی عبدہ نے محاکم شرعیہ کی اصلاح کر کے انہیں بچانا چاہا لیکن کامیاب نہ ہوئے بالآخر وہی ہوا جو ہونا تھا اور احوال شخصہ بھی سول کورٹس کے دائرہ اختیار میں رکھ دیئے گئے۔ ۱۹۳۶ء میں مصر آزاد ہوا، ۱۹۴۲ء میں ایک نئے قانون مدنی (سول لاء) کا مسودہ تیار ہوا۔ عوام نے سخت احتجاج کیا کہ اس میں یہ تاکید نہیں ہے کہ جہاں قانون خاموش ہو وہاں شریعت سے رجوع کیا جائے۔ اس کے نتیجے میں یہ ہوا کہ پہلے درجہ میں قانون دوسرے درجہ میں عرف عام اور تیسرے درجہ میں شریعت اور اس پر بھی یہ کہ شریعت میں سے وہ حکم ڈھونڈ کر نکالا جائے جو قانون وضعی سے میل کھاتا ہو۔

الجزائر میں فرانس نے براہ راست اپنی عدالتیں قائم کیں اور اپنے قوانین نافذ کیے۔ ایک مغرب زدہ مسلمان خاتون کی مدد سے احوال شخصہ کی بابت شرعی قوانین کو بھی توڑا مروڑا۔ الجزائر کی آزادی کے دن عبوری حکومت نے اعلان کیا کہ تمام وہ قوانین جو الجزائر میں نافذ ہیں ان پر بدستور عمل

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جاری رہے گا۔ باستثناء ان قوانین کے جو استقلال اور سیادت (Sovereignty) کو ٹھیس لگاتے ہیں۔ یہاں پر استاذ حمائی، جو حکومت کے اعلیٰ عہدیدار ہیں، وزیر تعلیم کی موجودگی میں سوال کرتے ہیں کہ کیا استقلال اور سیادت کو ٹھیس لگانے والی اس سے بڑھ کر کوئی اور صورت ہو سکتی ہے کہ شریعت کو ٹھکرا دیا جائے اور فرانس جس کے خلاف جہاد ہوا، اسکے قوانین وضعیہ بدستور ملک میں باقی رہیں۔

یہی اثرات، خاص طور پر مصر کے ذریعے تمام شرب ممالک میں پھیلے۔ چنانچہ آج سب جگہ تقریباً یکساں حالت ہے۔ اس اندھیرے میں روشنی کی کرن حکومت لیبیا کا ۱۹۷۲ء کا اعلان ہے کہ حدود اور معاملات میں پوری طرح شریعت کا نفاذ ہو گا اور غیر شرعی قوانین سے ملک کو پاک کر دیا جائے گا۔ کرنل قذافی کا رویہ بتاتا ہے کہ وہ اپنے عزم میں سچے ہیں۔ الجزائر کے صدر بومدین نے بھی ۱۳ مارچ ۱۹۷۱ء کو قانونی کمیشن کے نام ہدایت جاری کی کہ ’ہمارے موجودہ قوانین ہمارے لئے بالکل اجنبی ہیں اور شریعت کے خلاف ہیں۔ ان میں بنیادی تبدیلی کی ضرورت ہے تاکہ اسلامی شریعت ہی قانون کا مصدر اور منبع ہو۔‘ صدر بومدین بھی قول کے سچے اور بات کے پکے ہیں۔ جس زمانے میں میرا قیام الجزائر میں تھا انہوں نے زرعی اصلاحات کا آغاز کیا تو سب سے پہلے یہ اعلان کیا۔ ”جہاں تک میرا تعلق ہے میں کسی زمین کا مالک نہیں ہوں میں انقلابی کونسل کے ارکان اور وزراء کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ انہوں نے برضا و رغبت اپنی اپنی زمینیں دے ڈالی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی احکام جاری ہو چکے ہیں کہ تمام سرکاری ملازمین کو ایسا ہی کرنا ہو گا۔ اس کے مطابق فہرستیں بھی تیار ہو چکی ہیں۔“ خدا انہیں توفیق دے کہ شرعی قانون کی بابت انہوں نے جو ہدایت جاری کی ہے اسے بھی عملی جامہ پہنا کر دکھلائیں۔

مصر کے قانون مدنی کی بابت یہ بات بڑے شد و مد کے ساتھ دہرائی گئی کہ وہ بڑی حد تک شریعت کے موافق ہے۔ اس ذیل میں یہ تاریخی حقیقت بھی ابھری کہ جب نیپولین مصر سے پسپا ہوا تو وہ اپنے ساتھ معاملات (بیع، رہن، ہبہ وغیرہ) سے متعلق اسلامی قوانین کا مجموعہ لے گیا اور انہیں کو اس نے کوڈ نیپولین کے نام سے ۱۸۰۴ء میں نافذ کیا۔ اس کا بیشتر حصہ ’شرح الدرریر علی مختصر خلیل‘ کا ترجمہ ہے جو صدیوں مصر کے قضاة اور حکام میں متداول رہی ہے۔ استاد مصطفیٰ الزرقاء نے اس بات کا مفصل اور مدلل جواب دیا انہوں نے کہا کہ مصر کا قانون مدنی شریعت کے موافق ہو تو ہو براہ راست شریعت سے ماخوذ نہیں ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ عدالتیں تفسیر و تشریح میں اسلامی فقہ کے ماخذ کے بجائے فرانس کے ماہرین قانون کی رائے اور وہاں کے نظائر کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ اصل مطلوب توافق نہیں۔ اصل مطلوب یہ ہے کہ شریعت منبع اور مصدر ہو۔ جب تک ایسا نہیں ہوتا مغرب کی غلامی بدستور رہے گی۔

احوال شخصیت سے متعلق شرعی قوانین کی بابت کہا گیا کہ ان میں فی الواقع اجتہاد اور اصلاح کی ضرورت ہے جیسے کہ وہ چلے آ رہے ہیں۔ بڑی دشواری بلکہ بے دردی کے موجب ہیں۔ اس کا جواب یوں دیا گیا کہ یہ شریعت کی نہیں بلکہ مخصوص مذہب کی بات ہے۔ یہیں سے اندازہ ہوتا ہے کہ فقہاء کا اختلاف رحمت ہے۔ مختلف مذاہب کے سامنے رکھا جائے تو عملی دشواریوں کا حل پہلے سے موجود ہے۔ تلفیق مانا ہوا اصول ہے جس کی رو سے نیک نیتی کے ساتھ اور مصلحت عامہ کو سامنے رکھ کر مختلف مذاہب کے فتاویٰ پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ مفقود الخبر شوہر کے مسئلہ میں جو عملی دشواری محسوس کی گئی اس کو اسی طرح حل کیا گیا ہے۔ البتہ اگر شریعت کو مغربی تصورات کے سانچے میں ڈھالنا مقصود ہے (جیسا کہ تعداد ازواج کے مسئلہ میں)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تویہ تو شریعت کو مسح کرنا ہے۔ ایک دینی پیشوا ایسے تھے جنہوں نے کہا کہ یہ بھی اجتہاد ہے۔

اس مناقشہ میں ضمنی طور پر جو باتیں کہی گئیں وہ بھی کچھ کم سبق آموز نہیں۔ ایک یہ کہ بعض خالص اسلامی فقہی اصطلاحیں ہیں جن کا اس دور میں سیاسی اغراض کے لئے ناجائز استعمال عام ہو گیا ہے۔ مثال کے طور پر لیجئے ’جہاد‘ اور ’شہید‘۔ سیدہ زینب الغزالی نے زور دے کر کہا کہ ’جہاد‘ صرف وہ ہے جو ’اعلاء کلمۃ اللہ‘ کے لئے ہو۔ اب خیال کیجئے سیاسی اقتدار کی خانہ جنگی میں بھینٹ چڑھنے والے جنہیں ہم شہید کہتے ہیں کیا وہ جہاد کی اس تعریف کا مصداق ہیں؟ ان فقہی اصطلاحات کے ناجائز استعمال سے وہ مقاصد جو اسلام کی نظر میں مقدس نہیں، مقدس بنتے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کے عروج کے زمانے میں رومیوں کے مسلسل حملوں کے خلاف شمالی افریقہ کے لمبے ساحل کے دفاع کی غرض سے ایک رضا کارانہ تنظیم قائم تھی۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بستیوں کا ایک سلسلہ تھا جنہیں رباط کہتے تھے۔ یہاں فدائی عام انسانوں کی طرح خود کسب معاش کرتے اور ساتھ ہی ساتھ فوجی تربیت بھی حاصل کرتے تھے اور ہمہ وقت دشمن کے مقابلے کے لئے تیار رہتے تھے۔ ان کی شجاعت اور جذبہ شہادت ضرب المثل تھا۔ یہ صحیح معنی میں اسلام کی خانقاہیں تھیں جو جوش عمل اور جہاد بالسیف کے غلغلہ سے معمور تھیں۔ الجزائر میں ان سرفروش مجاہدوں کو ”مستبل“ کہا جاتا تھا۔ یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ یہ نظام آج تک باقی تھا اور الجزائر کی جنگ آزادی میں ان مستبلین کے کارنامے نمایاں رہے۔ پہاڑی علاقہ میں جہاں قبائلی اپنے روایتی نظام کے ساتھ رہتے ہیں، ہمیں وہ مقامات دیکھنے کا موقع ملا جہاں ناپام بمب گرے لیکن یہ مستبلین ایک قدم پیچھے نہیں ہٹے۔ نوجوان طالب علم جنہیں علماء کے اس اجتماع میں سوالات کرنے اور بعض کو مختصر تقریریں کرنے کا موقع دیا گیا۔ انہوں نے یہ بتایا کہ ان کے آباء نے اسلام کی خاطر جہاد کیا تھا اور اب وہ ملک کی تعمیر میں اسلام کا بول بالا چاہتے ہیں۔ یہ نوجوان کورس کی شکل میں جو ترانہ گاتے تھے وہ یوں شروع ہوتا ہے۔

شعب الجزائر مُسلم الجزائر میں بسنے والی قوم مسلم ہے۔

دوسری بات یہ کہ اس دور کے مسلمانوں میں جو لوگ عبادات صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں ان میں اکثریت وہ ہے جو ان عبادات کو فضائل نفسیہ سے کوئی ربط نہیں دیتی۔ حالانکہ ان عبادات سے مقصد فضائل اخلاق کی تربیت کے سوا کچھ نہیں۔ یہ تعلیم و تربیت کا اور وعظ و ارشاد کا نقص ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگ جہل کے ساتھ عبادت کرتے ہیں اور ساری عمر اس جہل پر قانع رہتے ہیں۔ انہیں یہ بتایا جاتا ہے کہ مشین کی طرح جنبش لب اور چند جسمانی حرکات یا جسمانی مشقت کا نام عبادت ہے۔ پھر وہ عبادت کرتے ہیں اور بدترین اخلاق، جھوٹ، جعل فریب، دھوکہ بازی، حرص لالچ، کسب حرام میں لگے رہتے ہیں اور انہیں کبھی ان دونوں میں کوئی تناقص محسوس نہیں ہوتا۔

سب سے بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ شرعی احکام کی حکمت سمجھنے اور بیان کرنے کا اہتمام کیا جائے مثلاً ایک طریقہ تو یہ ہے کہ قرآن و سنت سے استدلال کرتے ہوئے ’ربوا‘ کی حرمت سے متعلق مسائل بیان کر دیئے جائیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ عصری علم الاقتصاد کی روشنی میں یہ بتایا جاتا کہ ’ربوا‘ سے معاشرے کو اور عدل کی قدر کو کیا نقصان پہنچتا ہے اور کس طرح ایک کا سود لاکھوں کے لئے مرگ مفاعیات بن جاتا ہے۔ اس طرح خطاب مسلم اور غیر مسلم دونوں کو عقل سے ہو گا۔ اس سے مسلم کا ایمان علی وجہ البصرہ پختہ ہو گا اور غیر مسلم ایمان لائے بغیر بھی ربوا کی حرمت کا قائل ہو جائے گا۔ جیسا کہ میں نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا میرے علم میں مقاصد الشریعہ کو پروان چڑھانے کی صرف دو قابل ذکر کوششیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہوئیں۔ ایک قتال شاشی نے کی اور دوسری شاہ ولی اللہ نے۔ ماضی میں مختلف وجوہ کی بناء پر یہ علم پختگی اور کمال کو نہ پہنچ سکا۔ موجودہ دور میں قدیم اور جدید تعلیم کی فریق کی وجہ سے اس علم میں ترقی کے مواقع بہت محدود ہیں۔ پوری اہلیت کے بغیر جو کوششیں کی جاتی ہیں۔ ان میں علمی گہرائی نہیں ہوتی۔ دراصل یہ مسئلہ عقل اور وحی میں تطبیق کا ہے۔ جو مختلف فلسفیوں کے نظام فکر میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ الجزائر کے ایک دینی معبد کے مدیر شیخ ابراہیم بیوض نے خوب کہا۔ ان کے الفاظ نقل کرنے اور یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ ”عقل دیدہ بینا ہے اور شریعت روشنی کا منبع۔ نہ تو صورت سے محروم آنکھ روشن میں کچھ دیکھ سکتی ہے اور نہ دیدہ بینا کو اندھیرے میں کچھ نظر آسکتا ہے۔ یہ ہے رشد و ہدایت کے میدان میں عقل و شرع کا تلازم“ یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اس قدیم طرز کے سادہ اور بے نیاز عالم دین کے سامنے الجزائر کے وزیر تعلیم سراپا عجز و انکسار تھے اور اس عالم دین کا کردار دیکھنے کہ آنکھوں کے آپریشن سے پوری فراغت بھی نہ ہوئی تھی۔ ہسپتال سے سیدھے قاعدۃ المحاضرات (کانفرنس ہال پہنچے اور ٹھیک وقت مقررہ پر اپنا مقالہ پڑھا۔ محض وعدہ و فاکر نے کی خاطر بغیر اس کے کہ انہیں کوئی مادی فائدہ ہو۔

آخر میں اس پر بھی غور کیا گیا کہ شریعت کی تنفیذ تو امراء حکام اور حکومتوں کا منصب ہے۔ علماء اس سلسلہ میں کیا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ جو تجویز پسند کی گئی وہ یہ کہ مختلف ممالک میں شریعت کو قانونی سانچے میں ڈھالنے اور زندگی کے نئے مسائل میں اجتہاد کرنے کی جو کوششیں جاری ہیں۔ ان میں ربط پیدا کرنے کے لئے ایک مرکزی ادارہ قائم کیا جائے جو سیاست میں ملوث نہ ہو اور جس میں علم اور اجتہاد کے شرائط کا پورا پورا لحاظ کیا جائے۔ اس طرح شریعت کی تنفیذ کے لئے راہ ہموار ہو سکے گی اور سارے عالم اسلام میں بیداری اور فکر کی ہم آہنگی پیدا ہوگی۔

پروفیسر منظور احسن عباسی

سزائے مرتد پر چند مغالطے اور ان کا دفعیہ

قسطِ اوّل

حال میں ایک کتاب بزبان انگریزی بنام Punishment of Apostacy in Islam (اسلام میں سزائے مرتد) سرکاری ادارہ ثقافتِ اسلامیہ سے شائع ہوئی ہے۔

اس کتاب کے مؤلف پاکستان پاکستان کے ماہر قانون سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس مسٹر ایس۔ اے۔ رحمن ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں مصر کے مسیحی تبلیغی جماعت کے سربراہ سیمویل زد میر کا یہ بیان نقل فرمایا ہے کہ:

”مصر میں انتہائی سرگرمیوں کے باوجود صرف چند اشخاص نے ترکِ اسلام کر کے مسیحی دین اختیار کیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ سزائے قتل مرتد کی تلوار ان کے سر پر لٹکتی رہتی ہے۔“

مذکورہ مسیحی تبلیغ کے سربراہ نے اس سلسلہ میں ڈاکٹر واٹسن امریکی مشنری کے حوالہ سے مصر کے اندر مسیحی تبلیغی مشن کی تاریخ ۱۸۵۴ء تا ۱۸۹۵ء کے واقعات کا ذکر ہے کہ ”پچھتر مسلمان جو جو اس دوران عیسائی ہو گئے تھے ان سب کو قتل کر دیا گیا۔ کیونکہ اسلام کے مذہبی اور سیاسی قانون میں آزادیِ ضمیر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔“

فاضل مؤلف کو مسیحی مبلغ کے اس ریمارک سے بڑی ہمدردی ہے اور اس افسوسناک صورتِ حال یا مسیحی مبلغین کی ناکامی کا ذمہ دار انہوں نے علماء و فقہائے اسلام کو ٹھہرایا ہے۔ جنہوں نے قتل مرتد کی سزا کو اسلام کا ایک قطعی حکم قرار دیا ہے۔ لیکن ان ائمہ فقہاء یعنی امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام حنبل رحمہم اللہ کو اس گناہ کا مرتکب سمجھنا زیادتی ہے کیونکہ اس قصور کی جڑ (نعوذ باللہ) پیغمبر اسلام ﷺ تک پہنچتی ہے۔ جنہوں نے وحی قرآنی کی روح کو سمجھے بغیر مرتد کو واجب القتل قرار دیا اور اس کے بعد خلفائے راشدین نے بھی پیغمبر اسلام ﷺ کے اس حکم پر بغیر سوچے سمجھے عمل کیا۔ بد قسمتی سے تمام علمائے امت نے بھی اس سے اتفاق کر لیا اب اس حادثاتی صورتِ حال پر محض فقہاء کو مورد الزام ٹھہرانا تقاضائے انصاف کے خلاف ہے۔

خود فاضل مؤلف کو اعتراف ہے کہ اب تک ملتِ اسلامیہ کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ اسلام سے پھر جانے والا سزائے موت کا مستوجب ہے۔ چنانچہ اس کے حق میں انہوں نے ڈاکٹر حمید اللہ کی تحقیق کا حوالہ دیا ہے (ص ۴) جنہوں نے بتایا ہے کہ اسلام سے پھر جانا سیاسی اور مذہبی بغاوت کے مترادف ہے۔ اور لکھا ہے کہ:

”پیغمبر اسلام ﷺ کے ارشادات، حضور ﷺ کا عمل، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے، ان کا نفاذ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق رائے اور بعد کے تمام فقہاء کا اجماع نیز قرآن حکیم کی دلالتِ النص (جسے مؤلف نے Indirect Verses سے تعبیر فرمایا ہے) سب نے متفقہ طور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پر قرار دیا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے“ باوجود اس کے مؤلف موصوف کا یہ دعویٰ ہے کہ مرتد کو سزائے موت کا مستوجب قرار دینا اسلام کے خلاف ہے۔

مؤلف کتاب کے اس اعتراف کے باوجود ان کا یہ ارشاد کہ ”مرتد کو سزائے موت کا مستوجب قرار دینا اسلام کے خلاف ہے۔“ نہ صرف یہ کہ حیرت ناک ہے بلکہ نتیجہً اس امر کا اعلان ہے کہ تمام ملتِ اسلامیہ میں ایک شخص بھی صاحبِ بصیرت، صائب رائے یا ذی شعور نہ تھا، بلکہ سب دین سے بیگانہ، کور ذوق یافتہ العقل تھے کہ اسلام کا یہ اجماعی عقیدہ صریحاً قرآن و سنت کے خلاف ہے اور مفسرین و فقہاء علمائے اسلام کی غلط فہمی کے باعث پیدا ہوا جیسا کہ ارشاداتِ مؤلف ممدوح سے مترشح ہوتا ہے۔

کتاب کے مضامین کو حسب ذیل پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

1. ارتداد اور قرآن

2. ارتداد اور سنت

3. ارتداد اور خلافت راشدہ

4. ارتداد اور فقہاء

5. خلاصہ اور نتیجہ

ان کے تمام دلائل کی بنیاد اس مفروضہ پر ہے کہ ارتداد بجائے خود کوئی جرم نہیں ہے۔ البتہ مسلمانوں کے خلاف جو لوگ محاربہ پر اتر آئیں صرف ان کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ انہوں نے مرتد کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ مرتد حربی اور مرتد غیر حربی جس کو انہوں نے امن پسند مرتد سے تعبیر فرمایا ہے لہذا خلفائے راشدین، مفسرین، فقہاء اور علماء میں سے جو بھی یہ سمجھتا ہے کہ امن پسند مرتد واجب القتل ہے اس نے خدا اور رسول کے احکام کو غلط سمجھا ہے۔ بظاہر ذاتِ آنحضرت ﷺ بھی نعوذ باللہ اس غلط فہمی میں مبتلا معلوم ہوتی ہے۔ لیکن انہوں نے احادیث کو اس بے دردی سے رد کرنے میں مصلحت نہیں دیکھی جس بے دردی سے مسٹر پرویز نے رد کیا ہے۔ اس لئے میرے خیال میں مؤلف ممدوح کا کام زیادہ شوار ہو گیا ہے۔ راقم الحروف نے ان کی اس دشواری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک مفصل مضمون ان کے نقطہ نظر کے خلاف قلمبند کیا ہے۔ خاصا طویل ہونے کے باعث اس کی اشاعت معرض التوا میں ہے۔

اس مختصر تحریر میں صرف ان امور کی نشان دہی کرنا پیش نظر ہے جن کی جانب توجہ نہ دینے کے باعث یہ نہایت غیر مفید بلکہ انتہائی مضرت کتاب انہوں نے تالیف فرمائی۔

یہ امر انتہائی المناک ہے کہ اس کتاب میں جو طرز استدلال اختیار کیا گیا ہے وہ تحقیقی، منطقی، استدلالی اور اصولی اعتبار سے ان کو معتبر ہستی سے بہت فروتر ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سب سے پہلے تو امداد کی دو گونہ تقسیم ہی غلط ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس پوری کتاب میں کسی ایک مرتد امن پسند کا ذکر نہیں ہے کہ اسے امن پسندی کی بنا پر واجب القتل نہ سمجھا گیا ہو بلکہ ایک مرتد شخص بھی ایسا نہیں بتایا گیا جو پاداش ارتداد میں قتل نہ کیا گیا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ عہد رسالت مآب ﷺ اور عہد خلفائے راشدین میں جو مرتد بھی بارگاہ رسالت یا خلفائے راشدین کی عدالت میں پیش ہوا اور اس نے توبہ نہ کی اسے قتل کر دیا گیا اور کوئی مرتد قتل سے نہیں بچ سکا۔ یہی ایک امر واقعہ اس امر کے ثبوت کو کافی ہے کہ مرتد کا قتل کیا جانا احکام خدا و رسول کے عین مطابق ہے۔ ورنہ کیوں کر ممکن تھا کہ پیغمبر اسلام ﷺ اور ان کے خلفاء احکام الہی کی خلاف ورزی کرتے اور یہ کیونکر ممکن تھا کہ مفسرین و فقہا کتاب و سنت کے خلاف فیصلے دیتے۔

الزاماً پھر یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ مرتد حربی کو قتل کا حکم ہے کیونکہ کسی بھی حربی کو قتل کا حکم نہیں ہے۔ حربی سے مقاتلہ کا حکم ہے اور قتل و مقاتلہ دو مختلف احکام ہیں۔ حکم قتل تعزیری ہے اور حکم قتال دفاعی۔ مرتد کو پاداش جرم میں قتل کرنے کا حکم ہے۔ قرآن حکیم میں اہل محاربہ سے خواہ کافر اصلی ہوں یا مرتد قتال کا حکم ہے۔ اور مرتد کو قتل کا حکم ہے چنانچہ جن مرتدوں کو قتل کیا گیا ان کو حربی کہنا ہی غلط ہے کیونکہ وہ بوقت قتل حربی نہ تھے بلکہ صرف ارتداد کے مجرم تھے۔ اہل دانش و بصیرت کے نزدیک قتل کا حکم ہی اس امر کا ثبوت ہے کہ ارتداد جرم ہے۔

یہ امر خاص طور پر پیش نظر رکھنا چاہئے کہ کوئی ایسا دینی مسئلہ جو اتنی وضاحت اور قطعیت کے ساتھ اجتماعی حیثیت اختیار کر چکا ہو اس کے خلاف جو کچھ کہا جائے گا اس میں حقیقت پوشی یا کذب بیانی سے کام لینا ہی پڑے گا۔

میرے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ کتاب زیر نظر کے مؤلف نے بھی دیدہ و دانستہ حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش فرمائی ہو بظاہر ان کے معاونین نے ان کو غلط فہمی میں ڈال کر ان کی وہین کی ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مفسرین و فقہائے اسلام میں سے ایک فرد بھی ایسا نہیں ہے جس نے ارتداد کو بدترین جرم اور مرتد کو مستوجب قتل نہ قرار دیا ہو۔ مؤلف کتاب نے اس خیال کو غلط ثابت کرنے کے لئے لکھا ہے کہ:

”متقدمین مفسرین میں سے کم از کم ایک شخص علامہ ابن حیان اندلسی اور عہد حاضر کے فقہاء میں سے شیخ محمد شلتوت نے بوضاحت تمام اس اصول کو تسلیم کیا ہے کہ محض ارتداد کی پاداش میں قتل کا حکم انصاف کے خلاف ہے اور بتایا ہے کہ علامہ حلبی اور علامہ ابن الہمام نے بھی اس خیال کی تائید فرمائی ہے کیونکہ ان کے نزدیک اسلام سے پھر جانے (یا ارتداد) کی کوئی سزا نہیں ہے۔“ ص ۱۳۴

میں نہایت جرأت کے ساتھ عرض کروں گا کہ یہ صریح غلط بیانی ہے کیونکہ ان اصحاب میں سے کسی نے بوضاحت تمام کیا اشارۃً کنایہً بھی یہ نہیں کہا بلکہ اس کے خلاف ابن حیان اپنی مبسوط تفسیر موسومہ بحر المحیط میں آیت **مَنْ يَزِدِدُ الْاِلٰهَ الْاِلٰهَ** کے تحت فرماتے کہ اس آیت میں حبوط الدنیا کا مطلب ہے **حبطہ باسحقاق قتله قتله** ج ۴ ص ۱۵۰

انہوں نے کہیں نہیں کہا کہ محض ارتداد کی پاداش میں قتل کا حکم انصاف کے خلاف ہے وہ تو اس کا ثبوت آیت قرآنی سے دیتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اب علامہ محمود شلتوت کو لیجئے۔ ملت اسلامیہ کے مستند علماء کو علامہ موصوف کے بعض افکار سے اختلاف ہے۔ امور دینی میں نہ ان کی رائے وقع مانی جاتی ہے اور نہ ان کو فقہاء میں شمار کیا جاتا ہے۔ تاہم اس باب میں کہ مرتد کی سزا اسلام میں قتل ہے وہ بھی تمام علماء سے متفق ہیں۔ ان کی تالیف کتاب الفتاویٰ صفحہ ۱۶۱ و ۱۶۲ ملاحظہ ہو۔ اس میں بوضاحت بتایا گیا ہے کہ جو مسلمان ہو کر کافر ہو جاوے وہ فرمانِ نبوت کے بموجب واجب القتل ہے۔ حلبیؒ اور ابن ہمامؒ کے باب میں یہ ارشاد کہ ان اصحاب کے خیال میں ارتداد کی کوئی سزا اس دنیا میں نہیں ہے سراسر خلاف واقعہ ہے۔ اس کے برعکس ہر دو اصحاب نے نہایت وضاحت کے ساتھ بتایا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔ ہاں علامہ ابن الہمامؒ نے توبہ کے لئے کچھ مہلت دی ہے کہ ان قتلہ قاتل قبل عرض الاسلام کرہ ولا شیء یعنی اگر کوئی شخص (مرتد کو) اسلام پیش کرنے سے پہلے ہی قتل کر دے تو یہ فعل مکروہ ہے لیکن قاتل سے باز پرس نہ کی جائے گی (شرح فتح القدیر ابن الہمام ص ۳۸۶، ۳۸۷) ظاہر ہے کہ جو شخص اس شد و مد سے قتل مرتد کا حامی ہو وہ اس سزا کو غیر منصفانہ کیسے کہہ سکتا ہے۔

علامہ حلبیؒ اس بارے میں اس سے بھی زیادہ متشدد معلوم ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مرتد کو اسلام لانے کے لئے کہا جائے اگر انکار کرے تو وہیں قتل کر دیا جائے۔ تین دن کی مہلت نہ تو واجب ہے نہ ہی مستحب ہے۔ (محوالہ حاشیہ بالا) ایسی صورت میں کتاب کی تحقیقی حیثیت جو رہ جاتی ہے وہ ظاہر ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی امور حقائق کے خلاف بتائے گئے ہیں۔ جن کی تفصیل مفصل مضمون میں کی گئی ہے۔

اب ان دلائل پر ایک نظر ڈالیے جو فاضل موقوف کتاب نے قتل مرتد کے خلاف اس کتاب میں پیش فرمائی ہیں۔

اس باب میں سب سے پہلے انہوں نے قرآن حکیم سے استدلال فرمایا ہے کہ قرآن میں کہیں بھی یہ مذکور نہیں ہے کہ مرتد اس دنیا میں کس سزا کا مستوجب ہے (ص ۱۰) اپنے اس دعوے کو ثبوت میں انہوں نے علامہ سمرائیؒ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ قرآن حکیم میں جہاں جہاں مرتد کا ذکر لفظاً معنآ آیا ہے ان آیات پر میں نے غور کیا اور مختلف تفاسیر کے مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مرتد کی سزائے قتل کتاب (قرآن حکیم) میں نہیں آئی بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ ص ۱۰

ساتھ ہی ان کا کہنا ہے کہ فقہانے کتاب و سنت دونوں سے جو نتائج اخذ فرمائے ہیں ان میں اختلافات ہیں۔ (احکام مرتد سمرائی ص ۱۲) لیکن آگے چل کر ان اختلافات کی تشریح بیان فرمائی ہے کہ اختلافات کے باوجود ہر مفسر کا اس امر میں اتفاق ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔ چنانچہ جن مفسرین نے سورہ بقرہ کی آیت ۲۱۷ (من یرتد منکم عن دینہ) سے مرتد کی سزا قتل ثابت فرمائی ہے ان میں ابو حیان اندلسی کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے اس کا ذکر علامہ سمرائیؒ نے نہیں کیا لیکن علامہ نیشاپوریؒ کا خیال بحوالہ غرائب القرآن (ج ۲ ص ۲۱۸) بتایا ہے کہ اس میں حبطت اعمالہم فی الدنیا کا مطلب انہوں نے بتایا ہے کہ فلما تفوتہ من فوائد الاسلام العاجلۃ فیقتل عند الظفر بہ ویقاتل الی ان یظفر بہ۔ یعنی اعمال کا جو طوفانی دنیا اس لئے ہے کہ مرتد، اسلام کے فوری فائدہ سے محروم رہ جاتا ہے کیونکہ قابو میں آتے ہی اسے قتل کر دیا جاتا ہے یا اس سے جنگ کی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ قابو میں آجائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

گویا علامہ سمرائی کو گرچہ قرآن میں قتل مرتد کا حکم صراحۃً نہیں ملا لیکن ان کو اعتراف ہے کہ مفسرین نے یہ معنی آیات کلام الہی سے اخذ فرمائے ہیں اور مفسرین میں سے کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں جس نے مرتد کی سزا قتل نہ بتائی ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ قرآن حکیم سے استنباطات احکام کا صرف ایک ہی طریقہ نہیں ہے کہ کسی حکم کے لئے مخصوص الفاظ ہی استعمال کئے گئے ہیں بلکہ نصوص قرآنی کی صراحت کے علاوہ وہ احکام جو دلائل النص یا اشارۃ النص سے ثابت ہوتے ہیں وہ بھی اسی طرح فرض واجب العمل ہیں جس طرح صراحۃً النص سے ثابت ہونے والے احکام۔ مثلاً مرتدین کے باب میں جس طرح ارشاد باری ہے کہ **مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ** (النحل: ۱۰۶) (یعنی جو لوگ ایمان لانے کے بعد پھر کافر ہو گئے اور کھلے دل سے کفر اختیار کر لیا ان پر اللہ کا غضب نازل ہو گا)۔ بجز اس صورت کے جبکہ ان کو جبراً ایسا کرنا پڑا ہو اور ان کا دل ایمان پر سے مطمئن ہو۔ اس طرح کی تہدید ان کے حق میں بھی آئی ہے جنہوں نے قتل کا ارتکاب کیا۔ **وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَدًّا فَنَجَزَاهُ جَهَنَّمَ خُلْدًا فِيْهَا وَعَظِبَ اللّٰهُ وَلَعَنَهُ وَاَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيْمًا** (النساء: ۱۳) (یعنی جس نے عمداً کسی مسلمان کو قتل کیا ہو اس کی سزا دائمی جہنم ہے اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اس کے لئے بہت بڑا عذاب رکھا گیا ہے) اب اگر کوئی شخص اس آیت کے پیش نظریہ دعویٰ کرے کہ قرآن میں قاتل کی کوئی سزا نہیں تو کتنی بڑی حماقت ہے۔ اہل دانش نے جس طرح قرآن حکیم کی دلالت النص اور دوسری آیات سے جن میں کہیں قتل کا کم بصراحت موجود نہیں ہے (قاتل کو آنحضرت ﷺ کی احادیث کی صراحت سے مستوجب قتل قرار دیا ہے۔ اسی طرح دوسری آیات (جن میں مرتد کے قتل کا حکم بصراحت موجود نہیں ہے) صحیح احادیث کی صراحت سے مرتد کو مستوجب قتل قرار دیا ہے۔ چنانچہ خود علامہ سمرائی بھی جویہ کہتے ہیں کہ قرآن میں قتل مرتد کا حکم موجود نہیں ہے بلکہ یہ حکم سنت نبوی سے ثابت ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ صراحۃً النص سے مرتد کا مستوجب قتل ہونا ثابت نہیں اسی طرح خود قاتل کا بھی صراحۃً النص سے مستوجب قتل ہونا ثابت نہیں۔ قاتل کی سزائے قتل کا جہاں ہی ذکر ہے وہ استنباطی ہے۔ تصریحی نہیں ہے۔

یہ طریق استنباط صرف قتل مرتد کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ قرآن حکیم میں متعدد تعزیری احکام بصراحت موجود نہیں ہیں۔ مثلاً شراب نوشی کی شرعی سزا کا کوئی ذکر صراحتاً قرآن حکیم میں نہیں ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ سزا جائز ہی نہیں ہے اور جس طرح کہا جائے کہ ارتداد کوئی جرم نہیں اسی طرح شراب نوشی بھی جرائم کی فہرست سے خارج سمجھا جاسکتا ہے اور تاوقتیکہ شراب پینے والا کسی اور جرم کا مرتکب نہ ہو مستوجب سزا نہیں ہو گا۔ اس قسم کے تمام شبہات فقہی بصیرت کے منافی ہیں۔ لہذا حقیقت یہ ہے کہ متعدد مفسرین نے قرآنی آیات سے قتل مرتد کا حکم اخذ فرمایا ہے۔ مثلاً مفسر ابن حیان کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

سورۃ توبہ کی آیت ۱۳۱ میں ہے کہ: **وَإِنْ نَكَثُوا اٰمَانَتَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ.... اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ**

اگر وہ لوگ عہد (یعنی اسلام قبول کر لینے کا عہد) کرنے کے بعد اپنے عہدوں کو توڑ دیں اور تمہارے دین پر زبان طعن دراز کریں تو پھر کر کے ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لیڈروں سے جنگ کرو۔

یہ ترجمہ مؤلف کتاب نے خود بحوالہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ درج فرمایا ہے۔ لیکن اس پر یہ تنقیح فرمائی ہے کہ لفظ عہد کا جو مفہوم ڈاکٹر صاحب نے لیا ہے، مستند تفاسیر اس کی تائید نہیں کرتیں۔ اس عہد سے مراد اسلام نہیں بلکہ معاہدہ امن ہے لیکن انہوں نے یہ حقیقت نظر انداز فرمادی ہے کہ معاہدہ امن بجائے خود عہد اسلام کے مترادف ہے۔ تاہم اس سے کم از کم یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ فضلاء عصر جن کے علم و فضل کا خود مؤلف کو اعتراف ہے۔ قرآنی آیت سے مرتد کی سزائے قتل ثابت کرتے ہیں کیونکہ اسلام کا ترک بھی ترک عہد کی ایک صورت ہے۔

سورۃ آل عمران ۸۶ تا ۹۱ میں ہے کہ جنہوں نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا انہیں مہلت نہ دی جائے گی۔ ہاں توبہ کر لیں تو اللہ مغفرت کرنے والا ہے۔ مہلت نہ دی جانے میں جہاں جلد عذاب میں ڈالے جانے کی وعید ہے وہاں یہ مفہوم بھی نکل سکتا ہے کہ اسے فوراً قتل کر دیا جائے گا۔

قرآن حکیم کی آیت آل عمران ۱۰۶، ۱۰۷، سورۃ نساء کی آیت ۱۳ اور سورہ نمل کی آیات میں جن کو مؤلف نے بھی پیش کیا ہے۔ مرتد کے لئے عذاب، دردناک عذاب اور ناقابل مغفرت ہونے کا خصوصی ذکر ہے اور یہ امر ان کو مستوجب قتل قرار دیتا ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ اس صورت میں تو تمام کفار کو قتل کرنا چاہئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ وہ بھی مستوجب قتل ہیں بشرطیکہ وہ اسلام کے خلاف عداوت کا مظاہرہ کریں یا غدار کی مرتکب ہوں۔ چونکہ مرتد کا ارتداد بجائے خود غدار کی ہے اور اسلام کے خلاف عداوت کا مظاہرہ ہے۔ اس لئے وہ مستوجب قتل ہے امن پسند مرتد کی اصطلاح مہمل ہے جو آج تک کسی نے استعمال نہیں فرمائی۔ یہ امر نہایت واضح ہے کہ اصلی کا فر اپنے کسی وعدے سے نہیں پھرتا لیکن مرتد اپنے عہد سے پھرتا ہے اور اسی کو غدار کی کہتے ہیں۔

سورۃ مائدہ کی آیت ۳۴، ۳۵ میں بتایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ سے لڑتے اور ملک میں فساد پھیلاتے ہیں ان کی سزا قتل ہے۔ ہاں اگر قابو میں آنے سے پہلے توبہ کر لیں تو اللہ مغفرت اور رحمت والا ہے۔

محمد ثنین (بخاری وغیرہم) کے نزدیک مرتد کو محارب قرار دیا گیا ہے اور چوری، ڈاکہ اور زنا کے مرتکبین کو بھی محارب کہا گیا ہے۔ مرتد کے قتل اور باقی جرائم کے لئے مختلف سزائیں ہیں۔ آیت میں واضح اشارہ قتل مرتد کا ان الفاظ میں ہے کہ جو لوگ توبہ کر لیں تو معافی کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ یہ کیفیت جیسے مرتد پر عائد ہوتی ہے۔ دوسرے جرائم متذکرہ آیت پر عائد نہیں ہوتی کیونکہ وہ توبہ بھی کریں تو سزا سے نہیں بچ سکتے۔

سورۃ مائدہ کی آیت ۵۴ میں ہے کہ جو لوگ دین سے پھر جائیں اللہ عنقریب ایسے لوگوں کو (دین میں) لے آئے گا جنہیں وہ پسند کرتا ہے۔

اس میں بھی یہ اشارہ ہے کہ مرتد کو ہلاک کرنے سے اسلام کا چھ نہیں بگڑتا لہذا ان کے قتل میں تاہل نہ کیا جائے۔

اس سورۃ کی آیت ۱۰ میں دنیوی اغراض کی خاطر اسلام سے پھر جانے والے کے باب میں ارشاد ہے کہ ایسا شخص دنیا و آخرت دونوں کھو بیٹھا۔

دنیا کھونا زندگی سے ہاتھ دھونا نہیں تو اور کیا ہے (ابن حیان نے بھی یہی خیال ظاہر فرمایا ہے)

غرض آیات قرآنی سے قتل مرتد کے اشارات اور اس حکم کی رہنمائی اسی طرح ہوتی ہے جس طرح قاتل عمد کے قتل کی آیات متعلقہ سے ہوتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سزائے مرتد پر چند مغالطے اور ان کا دفعیہ

ہے۔ صراحت کے ساتھ نہ مرتد کے قتل کا حکم مذکور ہے نہ قاتل کے قتل کا۔ دوسری آیات میں قصاص اور نفس بالنفس وغیرہ کے جو الفاظ ہیں ان کی تاویل جو شخص چاہے حسب منشا کر سکتا ہے۔ وہ اتنا مشکل نہیں ہے جتنا مرتد کی سزائے موت سے انکار مشکل ہے کیونکہ مرتد کے لئے قتل کا لفظ صراحتاً موجود نہیں ہے اسی طرح قاتل کے لئے بھی لفظ قتل نہیں ہے۔ قصاص کا لفظ ہے۔ قصاص کے بہت سے معنی ہیں اور عام معنی بدلہ کے ہیں اور بدلہ قتل پر موقوف نہیں ہے۔

مؤلف کتاب کا موقف یہ ہے کہ قرآن میں مرتد کی سزا قتل نہیں ہے لہذا اگر احادیث اور فقہ میں ایسا حکم ہے تو وہ قرآن کے خلاف ہے۔ یہ دونوں قضایا درست نہیں ہیں۔ منطقی طور پر یہ استدلال سراسر غلط ہے۔ ان کا یہ ارشاد یہاں تک درست ہے کہ قرآن میں یہ حکم صراحت انص کے ساتھ نہیں ہے لیکن اس حکم پر دلالت اور اشارات کرنے والی نصوص موجود ہیں۔ ایسی ہی نصوص کو ڈاکٹر حمید اللہ نے Indirect Verses سے تعبیر فرمایا ہے۔

اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ قرآن میں قتل مرتد کی سزا موجود نہیں ہے بلکہ احادیث سے ثابت ہے تب بھی احادیث کو کسی منطقی یا شرعی دلیل سے مخالف نہیں کہا جاسکتا کیونکہ جرائم کی بے شمار اقسام ایسی ہیں جن کا مرتکب مستوجب سزا قرار دیا گیا ہے۔ (مسل)

سلسلہ مصنفین درس نظامی

اختر اہی (ایم۔ اے)

(سیاسیات، تاریخ)

شیخ احمد عرب یمنی شروانی

مؤلف ”نفیۃ الیمن“

شیخ احمد بارہویں صدی کے آغاز میں یمن میں پیدا ہوئے اور معروف ہم عصر علماء سے استفادہ کیا۔ ان کے اساتذہ میں محسن نخعی، بہاء الدین آملی، علی زبیری اور ابراہیم صنعائی جیسے لوگ شامل ہیں۔

اوائل عمر سے سیر و سیاحت کا شوق تھا، بارہویں صدی کے اواخر یا تیرہویں صدی کے آغاز میں برصغیر ہندوستان میں آئے۔ مختلف شہروں میں گھومتے گھامتے کلکتہ آئے۔ یہاں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے سیکرٹری ڈاکٹر لیمسڈاؤن (Lamasdown) سے ملاقات کی اور ڈاکٹر لیمسڈاؤن نے انہیں مدرسہ عالیہ میں عربی کی تدریس کے لئے مقرر کر دیا۔ مدرسہ عالیہ کا تاریخ نگار لکھا ہے۔ ”اس (امر) کا پتہ نہ چل سکا کہ آپ کتنے دنوں تک مدرسہ میں رہے البتہ ڈاکٹر لیمسڈاؤن کے سیکرٹری رہنے کا زمانہ ۱۸۲۱ء سے شروع ہوتا ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ آپ اس سے بعد تشریف لائے ہوں گے اور ۱۸۳۰ء سے پہلے گئے ہوں گے کیونکہ اس سال ڈاکٹر لیمسڈاؤن مدرسہ سے رخصت ہو گئے تھے۔“^۱

مدرسہ عالیہ میں درس و تدریس کے بعد لکھنؤ چلے گئے اور غازی الدین حیدر کے مصاحب ہوئے۔ یہیں سید اسماعیل خاں مرشد آبادی کی لڑکی سے شادی کی۔ غازی الدین حیدر کے انتقال کے بعد بنارس کی راہ لی اور آخر میں نواب جہانگیر محمد خاں والئی بھوپال کے اتالیق مقرر ہوئے اور بھوپال میں سکونت اختیار کر لی۔

تاریخ وفات کے بارے میں جملہ تذکرہ نگار خاموش ہیں۔

تصانیف:

۱. نفیۃ الیمن فیما نزول بذکرہ الشجن۔ یہ کتاب انہوں نے مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر مدرس لیمسڈاؤن کی فرمائش پر لکھی تھی اور بہت عرصہ مدرسہ عالیہ کے نصاب میں شامل رہی ہے۔ بدلتے ہوئے حالات کے مطابق مدراس عربیہ کے نصاب بھی شامل ہو گئی اور آج کل بعض مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔

۲. عجب العجائب: عربی مکتوبات کا مجموعہ ہے۔ مولوی عبد الرحیم کے بقول ”مدرسہ فورٹ ولیم کے ناظر اعلیٰ (پرنسپل) کے ایما سے لکھی گئی اور پہلی مرتبہ ۱۸۱۳ء میں بمقام کلکتہ چھپی۔“^۲ مولوی عبد الرحیم نے فورٹ ولیم کالج کا ذکر کیا ہے۔ غالباً مدرسہ عالیہ کے صدر مدرس کے ایما سے

^۱ تاریخ مدرسہ عالیہ کلکتہ حصہ دوم ص ۱۸۳

^۲ لباب المعارف العلویہ جلد اول ص ۲۱۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لکھی گئی تھی۔

3. الجواہر الوقادی شرح بانٹ سعاد۔ مشہور نعت گو کعب بن زہیر کے قصیدہ بانٹ سعاد کی شرح ہے۔
4. مناقب حیدریہ۔ علامہ خود شیعہ مسلک رکھتے تھے اور انہوں نے غازی الدین حیدر (م ۱۸۲۷ء، ۱۲۴۳ھ) فرمانروائے اودھ کی تعریف و ثناء میں یہ کتاب رقم کی ہے۔
5. شمس اقبال فی مناقب ملک بھوپال۔ کتاب کا مضمون نام سے واضح ہے۔
6. حدیقہ الافراح۔
7. منہج البیان۔
8. الشانی۔
9. جوارس التفریح۔
10. بحر النفائس۔
11. المکاتیب: مولوی رشید الدین خان دہلوی (م ۱۲۴۹ھ، ۱۹۳۳ء) اور شیخ احمد شروانی کے خطوط کا مختصر مجموعہ ہے۔ ۱۳۱۵ھ، ۱۸۹۷ء میں مطبع محتبائی دہلی سے شائع ہوا۔³

اولاد:

محمد عباس شروانی (م ۱۳۱۵ھ / ۹۸-۱۸۹۷ء) نامور صاحب تالیف ان کے فرزند ہیں۔

تلامذہ:

مولوی رحمن علی مؤلف ”تذکرہ علمائے ہند“ نے ان کے دو شاگردوں کا ذکر کیا ہے۔
(۱) مولوی اوحید الدین بلگرامی اور (۲) مفتی خلیل الدین بن نجم الدین کاکوروی (م ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء)

ماخذ:

1. لباب المعارف العلمیہ جلد اول مولوی عبد الرحیم
2. تذکرہ اہل دہلی سرسید احمد خاں
3. تذکرہ علمائے ہند مولوی رحمان علی مع تحشیہ مولوی محمد ایوب قاری۔

³ تذکرہ اہل دہلی ص ۷۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

4. قاموس المشاہیر جلد اول نظامی بدایونی

5. تاریخ مدرسہ عالیہ حصہ دوم عبد الستار

مکہ معظمہ کے روزنامہ 'الندوة' نے مسئلہ قادیانیت پر سعودی عرب اور ممالک اسلامیہ کے ممتاز و مقتدر علماء کا ایک مشترکہ بیان جاری کیا ہے جس میں اس خیال کا اظہار کیا گیا ہے کہ قادیانیت اور یہودیت و صیہونیت کے درمیان خفیہ رابطے موجود ہیں۔ انہی رابطوں کی بنیاد پر اسرائیل میں قادیانیوں کا ایک بہت بڑا مرکز کام کر رہا ہے۔ یہ مشترکہ بیان روزنامہ 'الندوة' کی ۱۶ جون کی اشاعت میں شائع ہوا ہے اور مشترکہ بیان دینے والوں میں نابھیریا کے علماء ۴ دین الشیخ السید امین کتبنی، الشیخ حسن المشاط، الشیخ محمد نور سیف، الشیخ حسنین الخلف، مفتی مصر السابق، الشیخ ابو بکر جری اور سعودی عرب کے علماء میں الشیخ محمد علوی المالکی۔ الشیخ اسماعیل زین، الشیخ محمود ندیم الطرازی الشیخ عبد اللہ بن سعد وغیرہ شامل ہیں۔

مشترکہ بیان میں کہا گیا ہے کہ اسلام اور وحدت اسلامیہ کے خلاف قادیانیت برسرِ پیکار ہے۔ چونکہ مسلمان استعماری طاقت کی راہ میں ہمیشہ رکاوٹ رہے ہیں۔ اس لئے انگریزی استعمار نے قادیانیت کو پیدا کیا تاکہ اس کے ذریعہ مسلمانوں میں اختلاف و افتراق پیدا کیا جائے اور مسلمانوں کا جذبہ جہاد کمزور کیا جائے۔ آج قادیانیت اور یہودیت و صیہونیت کے درمیان خفیہ اور گہرے مضبوط رابطے موجود ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کر کے اسلامی قوت کو بالکل ختم کر دیا جائے۔ اس غرض کے لئے مختلف عرب ممالک میں بھی قادیانیت کے مراکز کام کر رہے ہیں اور اسرائیل کے زیر قبضہ مصری، شامی اور اردنی علاقوں میں بھی قادیانیت کے مراکز قائم ہیں اور قادیانی اپنے اغراض و مقاصد کے لئے کروڑوں روپے صرف کر رہے ہیں۔

مشترکہ بیان میں کہا گیا ہے کہ حال ہی میں قادیانیوں نے اپنا مرکز افریقہ منتقل کر لیا ہے اور افریقہ میں مسلمان مبلغین کی تعداد ناکافی ہے۔ اس لئے خدشہ ہے کہ قادیانیوں کا یہ مرکز افریقی مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو سکے گا۔ اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاریاں کرنی چاہئیں۔ ہم تمام اسلامی حکومتوں اور جماعتوں کو اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ وہ قادیانیت کے زبردست خطرے کو پہچانیں اور اس کے مقابلے کا چیلنج قبول کریں۔ اس سلسلے میں یہ ضروری ہے کہ تمام اسلامی حکومتیں پہلے تو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیں نیز مسلمان ملکوں کی حدود میں اس گمراہ فرقے کو کام کرنے کی اجازت نہ دی جائے اور قادیانیت کے خلاف جہاد کے لئے مکہ معظمہ کو اہل اسلام کا ہیڈ کوارٹر بنایا جائے۔